عجائب وغرائب

(المعروف عجیب وغریب حالات)

مصنف

فیضِ ملت ، آفتابِ اہلسنّت ، امام المناظرین ، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مد ظلہٗ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ابدع الافلاک والارضین وخلق فیھا من العجائب والغرائب للمخلوقین وزین السماء الدنیا بالمصابیح و حفظا من کل الشیطان الرجیم اللعین والصلوٰۃ والسلام علیٰ تاج الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلماء اُمتہٖ و اولیاء ملّتہ اجمعین .

امابعد! فقیر ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ نے کئی کتب ورسائل تصنیف کئے۔ اثناءِ تصنیف متقدمین کی تصانیف وتالیف سے عجائب وغرائب نظر سے گذرے۔ چونکہ عجائب وغرائب سے ناظرین وسامعین کوایک گونہ فرحت وسرور نصیب ہوتا ہے۔ اور کسی کوغم والم اورحزن وملال سے بچانا بھی ایک گونہ خدمتِ خلق ہے اس تالیف کوخدمتِ خلق (جوبہترین عمل ہے) سمجھ کر ۱۸ رجب ۱۳۹۰ھ سے آغاز کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کوقبول فرمائے۔ ناظرین وسامعین کودنیوی و دینی فوائد سے مالامال کرے اور فقیر کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔

(آمین بجاہ حبیبہٖ طٰہٰ ویٰسین ﷺ)

مقدمہ

یادر ہے کہ عجائب عجیب کی جمع ہے۔(ڈکشنری اردوص۳۷۴ج۲)

سوال

عجیب بروزن فعیل کی جمع تو بروزن عجائب بروزن فعائل نہیں آتی بلکہ یہ وزن عجیبہ کی جمع کا ہے۔

جواب

شرح جامی اوراسکی شروح میں ہے کہ ہروہ صفت جموع شے کااسم بن جائے تو پھراسکی جمع مونث کے صیغوں پر لانا چاہیئے۔نحوی حضرات مرفوعات کومرفوع کی اور منصوبات کومنصوب کی اور مجرورات اورتوابع کوتابع وغیرہ وغیرہ کی جمع کہتے ہیں اورالایام الخالیات اوردیگر جموع اس قانون کی تائید کرتی ہیں۔تفصیل فقیر کی شرح شرح جامی الموسوم بہ نعم الحامی میں ملاحظہ ہو

عجیب بھی عرف میں ایک اسم ہوگیا ہے کیونکہ عجیب ہم اس شے کو کہتے ہیں جسے دیکھ کر یاسن کرانسان کوتعجب لاحق ہو یعنی ہروہ شے جوتعجب میں ڈالے عجب سے مشتق ہےاز باب علم یعلم بمعنے تعجب کرنا اگراسکے بعدلفظ الی واقع ہوتو بمعنے پسند کرنا چنانچہ کہا جاتا ہے۔عجب الیہ اور پہلے معنے میں مستعمل ہوتواسکا صلہ لام یامن آئیگا کما یقال عجب من الامر یاعجبت منہ اور تعجب اوراستعجب اوراستفعال بھی اسی معنے میں مستعمل ہوتے ہیں۔یعنی بمعنے تعجب کرنا اورتعجب بمعنے فریفتہ کرنا اور فتنے میں ڈال دینے کے معنے میں آتا ہے کما یقال تعجبنی فلاں یعنے فلاں نے مجھے فریفتہ کردیااور فتنے میں اگرافعال اور تفعیل کے باب پرہوتو بمعنے تعجب میں ڈال دینا کما یقال اعجبۃ و عجبتہ یعنے فلاں نے تعجب میں ڈالا۔اگرافعال کاصلہ باءہو تو بمعنے خوش ہونا کما یقال اعجب با لشئی (بصیغہ مجہول)اور بمعنے غرور کرنا اورتکبر کرنا۔

سوال

ما اعجبہ یہ بمعنے وہ اپنی رائے پرمغرور ہے فعل تعجب کوفعل مجہول یعنے اعجب بنفسہٖ سے کیوں بنایا گیا ہے حالانکہ یہ فعل لازم سے بنتا ہے۔

جواب

شاذ ہے(کذافی المنجد)عجیب کے دوسرے الفاظ عُجاب بضم العین اور عجب بفتحتین اور عُجّاب بضم العین وتشدید الجیم اور بضم العین و سکون الجیم بھی بمعنے عجیب کے آیا ہےاور یہ سب مبالغہ پر بولتے

ہیں ویسے العجب بسکون الجیم ہر چیز کا پچھلا حصہ دم کی جڑ اسکی جمع عُجوب آتی ہے اور العجب بضم العین وسکون الجیم بمعنے فخر تکبر خود بینی پیش آنے والی چیز سے انکار اور العجب بفتحتین بمعنے بمعنی حیرانی و تعجب اور اللہ تعالیٰ کے لئے مستعمل ہو تو بمعنے رضا اسکی جمع اعجاب آتی ہے۔ عجیب کی جمع عجائب اور اسکی عجائبات آتی ہے تعجابۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو عُجب کرنے والا ہو۔ التعاجیب بمعنے عجائبات اسکی کوئی واحد نہیں۔ اور العجباء وہ عورتیں جنکی خوبصورتی پر لوگوں کو تعجب ہو۔

قرآن میں اسکا اطلاق بیس مقامات پر ہوا ہے۔ فہرستِ ذیل ملاحظہ ہو:

آیت	ترجمہ	نمبر سورت	نمبر آیۃ
بل عجبوا ان	بلکہ ان کو تعجب ہوا	۵۰	۲
بل عجبت	بلکہ تو تعجب کرتا ہے	۳۷	۱۲
او عجبتم	کیا تم کو تعجب ہوا	۷	۶۹-۶۳
اعجب الکفار	خوش لگا کسانوں کو	۵۷	۲۰
اعجبک حسنھن	خوش لگے تجھے ان کی صورت	۳۳	۵۲
اعجبک کثرۃ الخبیث	بھلی لگے تمہیں ناپاک کی کثرت		
ولو اعجبکم	اگر چہ تمہیں بھلا لگے	۲	۲۲۱
ولو اعجبتکم	اگر تمہیں بھلی لگے	۲	۲۲۱
وان تعجب	اور اگر تم تعجب کرو	۱۳	۵
وتعجبون	تم تعجب کرتے ہو	۵۳	۵۹
اتعجبین من امر اللہ	کیا تو تعجب کرتی ہے	۱۱	۷۳
من یعجبک قولہ	پسند آتی ہے تم کو اسکی بات	۲	۲۰۴
فلا تعجبک اموالھم	سو تعجب میں نہ ڈالیں انکے مال	۹-۹	۸۵-۵۵
فعجب قولھم	تو عجب ان کی بات		
اکان للناس عجبا	کیا لوگوں کو تعجب ہوا	۱۰	۲
قرآنا عجبا	قرآن عجیب	۷۲	۱
لشیء عجیب	یہ تو عجیب بات ہے	۱۱	۷۲

لشیَ عجاب یہ بڑے تعجب کی بات ہے ۳۸ ۵

اذا عجبتکم کثر تکم خوش لگی تم کو اپنی کثرت ۹ ۲۵

خلاصہ کلام یہ کہ جو بات یا کوئی امر دل کو لگے اور طبیعت خوش ہو جائے اس کا آخری حصہ ہنسی پر پہو نچے ورنہ کم از کم طبیعت غمگینی سے راحت و فرحت سے تبدیل ہو جائے۔اور کسی کو غمگینی سے راحت و فرحت دلا نا بھی (جائز طریقہ سے ہو تو) عبادت ہے۔حدیث شریف میں ہے ایک بچے کی پالتو چڑیا مر گئی حضور سرور عالم ﷺ نے اسے فرمایا یـا اباعمیر ما فعل بک النغیر ،اے ابو عمیر تیری چڑیا نے تیرے ساتھ کیا کیا۔اس سے آ پکی مراد یہ تھی کہ بچے کی غمگینی دور ہو۔

مسئلہ

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کنیت بچوں کے لئے بھی ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کنیت بچوں کی وجہ سے ہو اور ضروری یہ بھی نہیں کہ کنیت اولاد کے اسماء سے ہو۔ بلکہ معمولی سی نسبت سے احسن بلکہ اچھے اسماء سے بھی کنیت جائز ہے۔

غرائب غریب کی جمع ہے بمعنے وطن سے دورو غیر مانوس (المنجد ص ۸۷۱) ہمارا مقصود دوسرا معنے ہے یعنے عجیب۔اس سے مقصد صرف معلومات کا اضافہ ہے اور بس۔

وما تو فیقی الا باللّٰہ العلے العظیم وصلےٰ اللّٰہ تعالیٰ علے

حبیبہ الکریم الر ؤف الر حیم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۴ نومبر ۱۹۹۵ ۲ جمادی الآخر ۱۴۱۶ھ

باب اول

جائز ہنسی مذاق سنت ہے

ہمارے آقا و مولیٰ حضور ﷺ کے مزاح شریف کے جو واقعات کتب احادیث میں مذکور ہیں انہیں پڑھ کر ایک روحانی سرور و کیف حاصل ہوتا ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کی ہر ادا مبارک نرالی و بے مثال ہے۔ آپ کا مزاح شریف بھی ایسا پاکیزہ اور صداقت مآب ہے کہ شگفتگی و مزاح کے ساتھ ساتھ حق و صداقت بھی جلوہ گر ہے۔ چند ایک واقعات مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) حضور ﷺ کبھی کبھی صحابہ کرام اور ان کے بچوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے خورد سال خادموں کو یا ذالاذنین کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جس کا معنی ہے دو کانوں والے۔

(۲) ایک دن ایک عورت حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کی کہ میرا خاوند حضور کو یاد کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا خاوند وہی ہے نا جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ عورت بولی نہیں! اس کی آنکھوں میں تو کوئی سفیدی نہیں۔ حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہیں جس کی آنکھوں میں سفیدی نہ ہو۔

(۳) ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک اونٹ عطا فرمایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اچھا تمہیں میں اونٹ کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ اونٹ کے بچے کو میں کیا کروں گا۔ مجھے اونٹ دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بھلا کوئی ایسا اونٹ ہے جو اونٹ کا بچہ نہ ہو۔

جنت میں کھیتی باڑی

حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے اور جنت کے متعلق تذکرہ ہو رہا تھا۔ جسے سب بڑے شوق توجہ اور مسرت سے سن رہے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ایک گاؤں کے رہنے والے صحابی بھی حاضر تھے۔ ان کے کان اپنے آقا کی بات پر لگے ہوئے تھے اور بڑے انہماک سے سننے میں مصروف تھے۔

اسی دوران میں سردار امت ﷺ نے ایک شخص کا قصہ سنایا۔ جو جنت میں اپنے رب عزوجل سے اس کی رحمت پہ مچلتے ہوئے عجیب و غریب آرزو کرے گا۔

یا اللہ! مجھے اس جنت میں کھیتی باڑی کرنے کی اجازت دی جائے۔

ارشاد باری ہوگا۔ میرے بندے کیا تمہیں یہاں سب آرام اور سکھ حاصل نہیں۔ پھر ایسی چھوٹی آرزو کیوں کرتے ہو۔

وہ بندہ عرض کرے گا۔ مالک! اس فرحت انگیز پُرسکون اور وجد آفرین جگہ میں مجھے کوئی تکلیف نہیں صرف دل کی خواہش ہے۔ چونکہ دنیا میں زمینداری کیا کرتا تھا اس لئے پرانی یاد تازہ کرنے کی امنگ پیدا ہوگئی ہے۔

چنانچہ اس کے لیے زمینداری کی تمام چیزیں مہیا کردی جائیں گی۔ پھر وہ اپنی خواہش سے زمین تیار کرے گا۔ ہل جوتے گا۔ اور اس میں بیج ڈالے گا۔ اور اس کے دیکھتے ہی کھیتی اُگ آئے گی۔ پھر اسی لمحہ سرسبز وشاداب بالیں لہلہانے لگیں گی۔ اور پھر اچانک سب کھیتی خود بخود کٹ جائے گی اور اناج کے پہاڑ کی طرح اونچے اونچے ڈھیر لگ جائیں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا

اے آدم کے بیٹے! تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اب یہ لے۔ تیری خواہش پوری کر دی گئی ہے۔

بدوی صحابی جو غور سے یہ واقعہ سن رہے تھے۔ کچھ کسمسائے اور بھولا سا منہ بنا کر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اس قسم کی تمنا کرنے والا کوئی انصاری یا قریشی ہوگا۔ کیونکہ یہی اصحاب زراعت پیشہ ہیں۔ ہم زمیندارہ کا کام نہیں کرتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ لطیف اور برجستہ جواب سن کر مسکرا پڑے اور بہت خوش ہوئے۔

اونٹ اونٹنی کا بچہ

ایک بھولے اور سیدھے شخص نے حضور علیہ السلام سے اونٹ کی درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص کو اونٹ کا بچہ دے دیا جائے۔ وہ شخص بولے یا رسول اللہ ﷺ میں بہت طویل اور دور کا سفر کرنا چاہتا ہوں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ مجھے تو کوئی اونٹ عنایت فرمایئے تاکہ سفر آسانی سے کٹ سکے۔ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا۔ اور کیا اونٹ کو اونٹنی کے علاوہ اور چیز جنتی ہے۔ وہ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ چاہے کتنا بڑا ہو جائے۔

نجدی

حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک نجدی خطرناک ہے۔

قال یا محمد لو بعثت رجا لا من اصحا بک الیٰ اھل نجد فد عو تھم الی امرک رجوت ان یستجیبو الک فقال رسول اللہ ﷺ انی اخشٰی اھل نجد علیھم . (تاریخ ابن ہشام وطبری وغیرہ)

نجد سے ایک شخص حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) اپنے صحابہ میں سے چند اشخاص نجدیوں کو بھیجئے تاکہ وہاں آپ کی دعوت پہونچے امید ہے چند لوگ آپکے دین کو قبول کرلیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے یاروں پر نجدیوں سے خطرہ ہے۔

فائدہ

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ جتنا اسلام اور اہلِ اسلام کو نجدیوں سے نقصان ہوا اتنا کسی دوسری اقوام سے نہیں پہونچا۔

انتباہ

اس میں تعجب خیز بات یہ ہے کہ نجدیوں کے ظاہری اطوار سے لوگوں کو اعتبار نہیں ہوتا کہ کیا ایسے دین کے خیر خواہ لوگ بھی دین سے دھوکہ کر سکتے ہیں لیکن ہمارا ایمان اور عقیدہ یوں پختہ ہے کہ انکے حق میں اس ذات اقدس ﷺ کے منہ سے یہ کلمات نکلے ہیں جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ما ینطق عن الھو ی ان ھو الا وحی یوحٰی.

بوڑھی کی کھانی

ایک بوڑھی عورت سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں ہرگز جنت میں نہ جائیں گی۔وہ رونے لگی۔تو حضور ﷺ نے ہو کر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں بوڑھی عورتوں کو بھی جوان بنا کر جنت میں بھیجا جائے گا۔پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انا انشا ھن انشاء فجعلنا ھن ابکارا . یعنی ہم جنت میں عورتوں کو جوان کر دیں گے۔

ماموں کی بھن

ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ بتلاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی ؟وہ شخص سر نیچے جھکا کر سوچنے لگا۔حضور مسکرائے اور فرمایا۔''تم اپنی ماں کو بھول گئے''

دکھتی آنکھ

حضرت صعیب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ دکھتی تھی۔اور آپ کھجوریں کھا رہے تھے۔حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا۔ صعیب !تمہاری آنکھ خراب ہے اور تم کھجوریں کھا رہے ہو۔حضرت صعیب نے جواب دیا۔

یارسول اللہ!جس طرف کی آنکھ دکھ رہی ہے۔میں اس طرف کی داڑھ سے نہیں کھا رہا۔بلکہ دوسری طرف کی داڑھ سے کھا رہا ہوں۔حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے (فصلی اللہ علیه واٰله قد ر حسنه و جما له)

کعبه کی چابی

حضور انور ﷺ کو جب کفار مکہ تکلیف و اذیت دیتے تھے تو اس میں خانہ کعبہ کا کلید بردار عثمان شیبی بھی شامل تھا وہ داعی اسلام کا سخت دشمن تھا۔ایک دن حضور پاک ﷺ خانہ کعبہ میں گئے اور کہا کعبہ کا دروازہ کھولو۔اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا ہرگز نہیں۔تو حضور پاک ﷺ مسکرا کر بولے ایک دن کعبہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں

گا۔ یہ سن کرعثمان شیبی نے کہا کیا اس دن عرب کے جوان مر چکے ہوں گے۔ بات ختم ہوگئی تو حضور پاک ﷺ مشرکین مکہ کی ایذارسانیوں سے مدینہ پاک کو ہجرت کر گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فتح مکہ دی آپ مکہ میں تشریف لائے اور خانہ کعبہ کے کلید بردار کو طلب کیا وہ فوراً اندر گیا چابی لے کر حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا آج حسن سلوک اور نیکی کا دن ہے۔ اسی لئے اے شیبی میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ ایک دن کعبہ کی چابیاں میرے قبضہ میں ہوں گی اور میں جسے چاہوں گا عنایت کروں گا۔ لہٰذا مجھے انکار کرنے والے آ میرے سینے لگ جا اور کعبہ کی چابیاں ہمیشہ تمہارے اور تمہاری اولاد کے قبضے میں رہیں گے اور جو تم سے یا تمہارے خاندان سے چابیاں چھینے گا وہ بہت بڑا ظالم ہوگا۔ وہ دن اور آج کے دن تک ملتِ اسلامیہ میں بڑے بڑے ظالم اور جابر حکمران آئے مگر کعبہ کی چابی کا اعزاز ابھی تک ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اسی شیبی کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اس خاندان شیبی سے نجدیوں نے چابی چھین کر اپنے کسی متعلق کو دیدی ہے۔ (سیرت رسول عربی ﷺ)

سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ

حضور سرور دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے عہد میں دو عورتیں تھیں۔ دونوں کے دو بیٹے تھے۔ یہ عورتیں اپنے بیٹوں کے ساتھ کہیں جارہی تھیں کہ ایک بھیڑیئے نے بڑی عورت کے بچے پر حملہ کیا اور اسے لے گیا۔ بڑی نے چالاکی سے یہ کہہ دیا کہ بھیڑیا تمہارے بچے کو لے گیا ہے۔ میرا یہ ہے جو محفوظ ہے۔ چھوٹی نے کہا نہیں یہ میرا بیٹا ہے۔ بھیڑیا تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے۔ تنازعہ بڑھنے پر دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں۔ داؤد علیہ السلام نے فیصلہ بڑی کے حق میں کیا اور وہ بچہ بڑی کو دلا دیا۔ پھر یہ دونوں نکلیں تو سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے سارا قصہ سن کر فرمایا۔ بچہ ایک ہے اور مدعی دو ہیں۔ چھری لاؤ میں بچے کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک حصہ دونوں کو دے دیتا ہوں۔

یہ سن کر چھوٹی بے چین ہو کر کہنے لگی۔ حضور ایسا نہ کیجئے بچہ بڑی کو دید یجئے۔ مگر بچے کے ٹکڑے نہ کیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ بس مجھے بھی یہی دیکھنا تھا کہ شفقتِ مادری کس عورت میں جوش کھاتی ہے۔ جاؤ بچہ لے جاؤ۔ بچہ تمہارا ہے اور یہ بڑی جھوٹی ہے یہ بچہ اس کا نہیں۔ (صحیحین۔ حیٰوۃ الحیوان، ص ۳۵ ج ۱)

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں کھیتی کا نقصان ہوا، حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اُٹھایا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پئے اور بکریوں والے کھیت کی آبپاشی اور تردد کریں جب کھیتی

جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں لوٹا دیں اور کھیتی لے لیں اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرمالیا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالٰی کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالٰی نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی لیکن اصل گر کی بات اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا، اور جسے آخر کار حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ کو اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ (پارہ ١٧ سورۃ الانبیاء رکوع ٦)

یوسف علیہ السلام کیلئے تحفہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا بچپن میں ایک دوست تھا۔ حضرت یوسف جب مصر میں آئے تو وہ آپ کو ملنے کی خاطر کنعان سے مصر میں آیا۔ آپ سے ملاقات کی۔ آپ فرمانے لگے۔ اے دوست! زمانے کا دستور ہے کہ جب دوست دوست کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ لاتا ہے۔ بتاؤ تم میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ وہ کہنے لگا: حضرت مجھے تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کو آپ کے پاس تحفہ لے کر آؤں۔ مگر ہاں! آپ کے نذر کے لئے آپ ہی کو لے کر آیا ہوں۔ یہ کہہ کر آئینہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔

یوسف علیہ السلام کی رعایا پروری

اللہ تعالٰی کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بادشاہ تھے تو مصر میں زبردست قحط پڑ گیا ہر طرف بھوک اور افلاس نے ڈیرے لگا دیئے۔ تو حضرت یوسف نے شاہی خزانے کے منہ غریبوں پر کھول دیئے۔ مگر عجیب بات تھی کہ حضرت یوسف خود روز بروز دبلے پتلے ہوئے جا رہے تھے۔ آپ کے وزیر نے پوچھا تو جواب دیا کہ مجھے اس فکر نے دبلا پتلا کر دیا ہے کہ کوئی آدمی بھوکا نہ رہ جائے اگر میں خود پیٹ بھر کر روٹی کھاؤں اور عام انسان بھوکا سو جائے تو قیامت میں سخت باز پرس ہوگی۔

فائدہ

پیغمبری کے ساتھ شاہی میں رعایا پروری کا کیا کہنا۔ اللہ تعالٰی ہمیں بھی ایسے سربراہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

اعرابی (دیہاتی)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت الحرام کا طواف کر رہے تھے۔ اتنے میں انہوں نے سنا ایک اعرابی اپنے رب کو

مخاطب کر کے کہہ رہا ہے۔

''یا اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں سے بنادے!''

یہ سن کر حضرت متعجب ہوئے۔ فرمایا۔ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ سامنے آیا تو فرمایا ''اے اعرابی! تیری ایسی نرالی دعا میں نے آج تک نہیں سنی آخر اس کا مطلب کیا ہے؟'' اعرابی نے جواب دیا۔ آپ کو معلوم ہے یا امیر المومنین! اب تو آپ کا تعجب اور بڑھا آپ نے فرمایا۔ ''کس طرح معلوم ہے مجھے؟'' اعرابی نے کہا۔ ''کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے وقلیل من عبادی الشکور اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار بندے ہیں۔ لہٰذا میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے شکر گزار بندوں میں شامل کر دے اور چونکہ ایسے شکر گزار بندے کم ہیں لہٰذا ان ہی کم یعنی قلیل بندوں میں سے ایک فرد مجھے بھی بنادے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''سچ کہا تو نے۔ اب تو جا سکتا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رعب

یزجمہر نے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت میں اپنا ایک ایلچی بھیجا تا کہ وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صورت وسیرت دیکھ آئے۔ وہ ایلچی جب مدینہ منورہ پہنچا تو مسلمانوں سے پوچھا۔ این الملک۔ یعنی تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ مسلمانوں نے کہا۔ ہمارا بادشاہ نہیں۔ ہمارا امیر ہے، اور ابھی ابھی دروازہ سے باہر تشریف لے گیا ہے۔ ایلچی باہر نکلا۔ تو حضرت فاروق اعظم کو دیکھا کہ دھوپ میں سو رہے ہیں۔ درہ سر کے نیچے رکھا ہے اور پیشانی نورانی سے ایسا پسینہ بہا ہے کہ زمین تر ہو گئی ہے۔ جب یہ حال دیکھا تو اس کے دل میں بڑا اثر ہوا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ کہ تمام جہاں کے بادشاہ جس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں تعجب ہے کہ وہ اس سادگی سے زمین پر سو رہا ہے۔ پھر کہنے لگا۔ اے مسلمانوں کے امیر! آپ نے عدل کیا اس وجہ سے بے کھٹکے سوئے اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے تو ہراساں رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے۔ (کیمیائے سعادت ص ۲۶۷)

فائدہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیکر عدل وانصاف تھے۔ اور ساری دنیا پر آپ کا رعب و دبدبہ قائم تھا۔ اور آپ تکلفات سے دور اور سادگی پسند تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو حاکم ظلم وستم سے کام لیتے ہیں وہ کبھی سکھ چین اور اطمینان نہیں پاتے۔

سو سرخ اونٹ

امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا! کہ فلاں غزوہ میں مجھ سے کچھ سرخ اونٹ حضرت محمد ﷺ نے ادھار خرید فرمائے تھے۔ حیران ہوں کہ اب وہ رقم میں کس سے طلب کروں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جایئے دو گواہ اور تحریر لایئے! تمہارا روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ اعرابی سخت پریشان ہوا کہ اب وہ تحریر اور دو گواہ کہاں سے لائے۔ کیونکہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا! وہ اسی پریشانی کے عالم میں حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ ماجرا سنایا اور ویسا ہی جواب پایا اسی اثناء میں ایک شخص نے کہا آپ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جایئے۔ وہ تمہاری مشکل کشائی فرمائیں گے۔ اعرابی حضرت سیدنا علی المرتضٰی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام داستان کہی۔ آپ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور سر اٹھاتے ہی ارشاد فرمایا۔ ہاں مجھے یاد آ رہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا تھا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! میرے وصال کے بعد ایک اعرابی آئے گا۔ اس کے ایک سو سرخ اونٹ میرے ذمہ قرض ہیں تم اسے اس طرح سے ادا کرنا کہ ریت کے فلاں ٹیلے کے پاس جا کر میری بتائی ہوئی یہ دعا پڑھنا۔ سرخ بالوں والے سو اونٹ وہاں سے برآمد ہوں گے۔ وہ اونٹ اعرابی کو دے دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں اعلان کر دیں کہ کل ریت کے فلاں ٹیلے کے پاس جمع ہوں اور نبی کریم ﷺ کے اعجازِ خاص کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مدینہ شہر میں اعلان کر دیا۔ رات گزری، صبح طلوع ہوئی تو لوگوں کا ہجوم اس ٹیلے کے پاس جمع تھا۔ حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ معہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس ٹیلے کے قبلہ رو جا کھڑے ہوئے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد نبی کریم ﷺ کی ارشاد فرمودہ دعا پڑھنے لگے لوگ متحیر کھڑے تھے کہ یکایک اس ریت کے ٹیلے میں جنبش پیدا ہوئی اور وہ دیگ کی طرح تہہ و بالا ہونے لگا۔ پھر چشم زدن میں اس ٹیلے سے ایک بے نکیل اونٹ برآمد ہوا اور وہ ادھر ادھر چلنے لگا۔ پھر شانِ خداوندی کا عجیب و غریب ظہور دیکھنے میں آیا وہ یہ کہ جہاں جہاں اس اونٹ کا قدم پڑتا گیا وہیں وہیں سے سرخ بالوں والے اونٹ نکل پڑے اور وہ سب ایک جگہ کھڑے ہوتے گئے۔ جب برآمدگی کا سلسلہ منقطع ہوا تو اونٹوں کو شمار کیا گیا۔ وہ پورے ایک سو تھے۔ چنانچہ سید عالم ﷺ کی وصیت کے مطابق اس اعرابی کو دے دیئے گئے اعرابی بے حد خوش ہوا اور جملہ حاضرین اس نعمتِ نادرہ کے ظاہر ہونے پر بطور شکرانہ حمد و ثناء بجا لاتے ہوئے سر بسجود ہو گئے۔

(سیر الاقطاب، ص ۲۱، ۲۲)

ازالۂ اوہام

سوال

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ریت سے سواونٹ نکل آئے۔

جواب

یہ معجزہ رسول اللہ ﷺ اور کرامتِ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ معجزہ وکرامت کا منکر نہ مانے تو ہم بزورِ بازو کیسے منوائیں

سوال

یہ روایت کسی صحیح اور مستند کتاب میں نہیں۔

جواب

ہم نے کمالاتِ انبیاء اولیاء کو ماننا ہے۔ صالح علیہ السلام کی اونٹنی پتھر سے نکل آئی وہ نص قطعی سے ثابت ہے اور یہ روایت اگر چہ مستند کتب سے نہ ہو تب بھی بقاعدہ علم الحدیث وہ روایت جو نصوصِ قرآنی اور احادیث مشہور کے مطابق ہو اسے ماننا چاہیئے اگر چہ نص قطعی کا ماننا فرض ہے اور دیگر قسم کا ماننا فرض نہ سہی تو انکار بھی تو نہ ہو۔ یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ کرامات کا انکار رہی انکار۔

سوال

اس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

جواب

جب روایت ہی غیر معروف ہے تو اس سے استدلال برائے عقیدہ کیسا۔

جواب ۲

جزوی فضیلت ہے۔ جزوی فضیلت سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی ہے جیسے خضر علیہ السلام کی جزوی فضیلت سے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

جواب ۳

اس سے تو الٹا شیخین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ نور فراست سے سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذات سے ظہور عمل میں آتا ہے۔ اسی لیے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوتا ہوا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کی ذاتِ اقدس سے برکاتِ اسلام کا عجیب رنگ میں ظہور ہوا اور اس حکایت میں علم غیب

رسول ﷺ کا واضح ثبوت ہے۔

عجیب و غریب مسئلہ میراث

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک امیر آدمی ورثہ میں سترہ گھوڑے چھوڑ کر مرا۔ اس کے وارثوں میں سے صرف ایک لڑکا، ایک لڑکی اور ایک بیوہ تھی۔ رواج کے مطابق لڑکے کا حصہ ۱/۲ لڑکی کا حصہ ۱/۳ اور بیوہ کا ۱/۹ تھا۔ اس تناسب سے گھوڑے تقسیم نہیں ہوتے تھے۔ ماسوائے اس کے چند گھوڑے فروخت کئے جائیں۔ لڑکے اور اس کی والدہ نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ ایسی صورت میں یہ تقسیم کوئی عدالت بھی نہ کر سکی۔ بالآخر یہ مقدمہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے روبرو پیش کیا گیا۔ آپ نے ان سترہ گھوڑوں میں اپنا ایک گھوڑا داخل کر دیا اور اٹھارہ میں سے لڑکے کو ۱/۲ حصہ کے مطابق نو گھوڑے دے دیئے اور اس کے بعد لڑکی کو حسب حصہ ۱/۳ چھ گھوڑے عطا کئے اور باقی تینوں میں سے ایک حصہ ۱/۹ کے مطابق دو گھوڑے اس بیوہ کو دے دیئے۔ اور آخری اپنا گھوڑا خود لے لیا۔ آپ کا یہ فیصلہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔

فائدہ

اس طرح کا مسئلہ سیدنا امام حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی پیش ہوا تو آپ نے بھی یوں ہی بلا تردد اسے حل فرمایا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا علم اہلبیت کی میراث ہے۔ اسی لئے فقہ حنفی حقیقی فقہ ہے اور فقہ جعفری من گھڑت ہے اسکی تفصیل فقیر کے رسالہ ''چشمہ نور افزاء'' میں ہے۔

یھودی کے طنز کا جواب با صواب

حضرت امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے لکھا کہ قال رجل من الیھو دلعلی ابن ابی طالب ما دفنتم بنیکم حتیٰ قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر قال لہ علی رضی اللہ عنہ انتم ما جفت اقدا مکم من ماء البحر حتیٰ قلتم ، اجعل لنا الٰھا کما لھم الھہ.

ترجمہ

ایک یہودی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے طنزاً کہا کہ تم نے ابھی اپنے نبی علیہ السلام کو دفن ہی نہ کیا تو خلافت کے حرص میں پڑ گئے اور کہا تھا انصار نے کہ ایک امیر تم مہاجرین سے ہو اور ایک امیر ہم انصار سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا کہ تم تو وہ ہو کہ ابھی تمہارے پاؤں دریا کے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے کہ بتوں کو دیکھ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہمیں بھی ایسا معبود چاہیئے جیسے ان لوگوں کے معبود (بت) ہیں۔ (الاذکیا)

فائدہ

اگر چہ یہودی کیلئے کوئی اور جواب بھی بن سکتا تھا لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے الزامی جواب سے یہودی کو ایسا ساکت فرمایا کہ پھر اسے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

عجیب جواب

حضرت سعید ابن میبّب رضی اللہ عنہ کی آنکھ دکھنے لگی۔ لوگ حال دریافت کرنے آئے۔ تو دیکھا کہ آنکھ میں میل جمع ہے۔ عرض کی گئی کہ یہ میل صاف کرڈالئے۔ فرمایا میں نے طبیب سے وعدہ کیا ہے کہ آنکھ کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ ڈرتا ہوں کہ اگر اسے صاف کرنے کو ہاتھ لگایا تو کہیں جھوٹوں میں نہ لکھ لیا جاؤں۔ (کیمیائے سعادت، ص ۳۱۷)

درس عبرت

اللہ والے بڑے ہی سچے اور پاکباز ہوتے ہیں۔ اور جس بات میں جھوٹ کا احتمال بھی ہو اس کے قریب نہیں جاتے۔ ایک وہ بھی تھے اور ایک ہم بھی ہیں کہ بات بات میں جھوٹ بولتے ہیں۔ کھڑے ہیں اور جو کوئی کہے کہ بیٹھ جایئے تو جواب دیتے ہیں۔ بیٹھا ہی ہوا ہوں۔ کہیں جا رہے ہیں اور جو کوئی پوچھے۔ کہاں جا رہے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں، کہیں بھی نہیں جا رہا کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ اور جو کوئی پوچھے کیا کر رہے ہو؟ تو جواب دیتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں کر رہا۔

سلامتی کب

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا کیسے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ سلامت ہوں اور عافیت سے ہوں۔ حاتم اصم فرمانے لگے۔ بھائی! پل صراط پر سے گزر جانے کے بعد تم سلامت ہوگے۔ اور جنت میں داخل ہو چکنے کے بعد عافیت سے ہوگے۔ پس تم اپنی سلامتی و عافیت کی فکر میں رہو۔ (کیمیائے سعادت ص ۲۱۶)

درس عبرت

اصل سلامتی و عافیت آخرت کی سلامتی و عافیت ہے۔ دنیوی سلامتی و عافیت کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور جو اللہ کے سچے بندے ہیں قیامت کے روز کی سلامتی و عافیت کی فکر میں رہتے ہیں۔

جود و سخا کی مثال

امام لیث کے پاس ایک عورت تھوڑا سا شہد مانگنے آئی آپ چونکہ شہد کا روبار کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے خادم سے کہا اس عورت کو سو امن شہد دے دو۔ جب عورت سو امن شہد لے کر چلی گئی تو خادم بولا اس عورت نے آپ سے تھوڑا

ساشہد مانگا تھا مگر آپ نے سو امن دے دیا۔ امام لیث نے جواب دیا عورت نے اپنی حیثیت کے مطابق مانگا میں نے اپنی حیثیت کے مطابق دے دیا۔

فائدہ

کیا ہی کمال ہے کہ سائل کے سوال سے بڑھکر عطا فرمادیا۔ ایک ہم ہیں کہ سائل کا سوال پورا کرنے کے بجائے اسے جھڑ کتے ہیں۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نرالا فتویٰ

کسی نے قسم کھالی کہ وہ ایسی عبادت کریگا جو عالمِ دنیا میں صرف اسی کو نصیب ہو اسکے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہ ہوگا ورنہ اسکی عورت کو طلاق۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے کعبہ معظّمہ خالی کر ادیا جائے وہ اکیلا ہی طواف کرے اس طرح سے اسکی عورت کو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (تاریخ بغداد ص ۱۰۷)

فائدہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ صرف ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ ورنہ آپ باطن میں یکتائے روزگار تھے تو ظاہری علوم کے شہباز بھی تھے۔ آپ کی زندگی مبارک پر نظر دوڑایئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ نے درس وتدریس میں زندگی بسر فرمائی۔ ہزاروں شاگرد پیدا فرمائے اور وہ شاگرد جو بعد کو ائمہ زمان اور مقتدائے جہاں بنے۔

۵۲۸ھ میں آپ کے مدرسہ نظامیہ کی وسیع عمارت تیار ہوگئی۔ آپ نے بڑی جدو جہد سے درس وتدریس، افتاء ووعظ کے کام کو شروع فرمایا۔ دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے علماء وصلحاء کی ایک عظیم جماعت تیار ہوگئی۔ اور آپ سے علم وعرفان حاصل کر کے اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور تبلیغ میں مصروف ہوگئے۔ تمام عراق میں آپ کے مریدین پھیل گئے۔ آپ کے اوصاف وخصائل حمیدہ سے لوگوں نے مختلف قسم کے القابات سے آپ کو ملقب کیا۔ بہت سے علماء اور فضلا شرفِ تلمذ سے مشرف ہوئے اور ایک خلق کثیر آپ کے علم وعرفان سے فیضیاب ہوئی۔ جن کی تعداد بے حد اور بے شمار ہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست اور علمی خدمات کے لئے فقیر کے رسالہ ''غوث اعظم کی علمی خدمات'' کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بولا یا ''حضرت آپ کا وعظ شہر کے

لیے ہے یا جنگل کے لیے بھی" آپ نے پوچھا بات کیا ہے؟ تو وہ آدمی بولا چند آدمی فلاں جنگل میں شراب پی رہے ہیں۔ آپ اسی وقت اٹھے اور جنگل کی راہ لی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو لوگ بھاگنے لگے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ بولے "ٹھہرو میں بھی تمہارا ساتھی ہوں۔ چونکہ شہر میں تو پی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہیں چلا آیا۔ تب لوگ بولے" افسوس آپ اس وقت آئے جب شراب بالکل ختم ہو چکی ہے اور بولے کہ شہر سے منگوا دیں۔ تب حضرت جنید رضی اللہ عنہ بولے" کیا تم کوئی ایسا طریقہ جانتے ہو کہ شراب خود بخود آئے" ایک بولا نہیں پھر حضرت جنید رضی اللہ عنہ بولے آؤ ہم تمہیں ایسی بات بتاتے ہیں جس سے شراب کا مزہ آجائے۔ سب لوگ بولے" یہ کمال ضرور ضرور دکھایئے" آپ نے فرمایا پہلے نہاؤ کپڑے بدلو اور میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا۔ پاک وصاف ہو کر آپ کے پاس چلے آئے۔ تب آپ رضی اللہ عنہ بولے دو رکعت نماز پڑھیں۔ جب سب نماز میں مشغول ہوئے تو حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے خدا میرا تو اتنا اختیار تھا کہ انہیں تیرے حضور میں لا کھڑا کروں۔ اب تجھے اختیار ہے کہ خواہ انہیں گمراہ کر یا ہدایت بخش"۔ مالک دو جہاں کی بارگاہ میں آپ کی دعا منظور ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ہدایتِ کامل سے مالا مال کر دیا۔

امام الائمہ سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی ہر شعبہ میں عجائب وغرائب ہے بالخصوص آپ کے فتاویٰ اور حاضر جوابی تو سراسر ہی عجائب وغرائب ہیں۔ آپ کی زندگی اقدس کے تقویٰ وطہارت کا ہر ہر واقعہ عجیب وغریب ہے مثلاً حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ایک دفعہ آپ نے کپڑا فروخت کرنے کے لئے ایک شخص کو وکیل کیا۔ ان کپڑ وں میں ایک کپڑا عیب دار بھی تھا۔ حضرت امام صاحب نے وکیل سے کہہ دیا کہ اس کپڑے کو فروخت نہ کرنا جب تک اس کا عیب بیان نہ کر لینا۔ اتفاق سے وکیل نے فراموشی سے وہ کپڑا عیب بیان کئے بغیر فروخت کر دیا۔ اور سب کپڑوں کی قیمت میں اس کی قیمت بھی ملا دی۔ حضرت امام صاحب کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے ان تمام کپڑوں کی قیمت غرباؤ مساکین پر صدقہ کر دی۔

(غرائب البیان ۶۹)

کرامات

اسی تقویٰ کی برکت تھی کہ آپ کا وجود سراپا کرامات تھا بلکہ آج تک آپکے مزار مبارک پر حاضری سے ہزاروں مشکلیں حل ہوتی ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انی لا تبرک بابی حنیفۃ وابئی الی قبرہٖ فا ذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضے سریعا ۔ (غرائب البیان بحوالہ ردالمحتار ص ۳۸)

یعنی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس آتا ہوں ۔اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے ۔تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں ۔تو میری حاجت جلدی پوری ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے اللہ کے مقبول ہیں کہ بعد از وصال شریف ان کی قبر پر امام شافعی علیہ الرحمۃ جیسے جلیل القدر امام حاضر ہو کر اللہ سے اپنے دل کی مرادیں پاتے رہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دلی مراد اور قضائے حاجات کے لئے اللہ سے دعا مانگنے کے لئے کسی اللہ کے مقبول کی قبر پر حاضر ہونا بڑے بڑے اماموں کا دستور رہا ہے۔

اے کہ لقائے تو ہر سوال را جواب

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ہر بات درجنوں سوالات کا جواب ثابت ہوتی ۔فقیر نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ ’’امام ابو حنیفہ کی حاضر جوابی‘‘ یہاں آپکے متعلق چند واقعات حاضر ہیں۔

وہابیوں کے ایک سوال کا جواب

ایک دفعہ چند لوگ ’’مسئلہ قرأت خلف الا مام‘‘ پر مناظرہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت امام اعظم نے ان سے فرمایا کہ ’’وہ اپنے میں سے کسی کو مناظر مقرر کرلیں ۔اس طرح مناظرہ کرنے میں آسانی رہے گی۔‘‘ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ سے اپنے ایک آدمی کا نام بطور مناظر پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اتفاق ہے کہ اس کی بحث تمہاری بحث ہوگی ۔اسلئے کہ تم نے اسے اپنا نمائندہ منتخب کرلیا ہے ۔وہ کہنے لگے ہمیں اتفاق ہے ۔حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔اگر یہی بات ہے تو پھر مسئلہ طے ہوگیا ۔کیونکہ ہم نماز میں جس شخص کو اپنا امام منتخب کرتے ہیں اس کی قرأت بھی ہماری قرأت ہوتی ہے ۔آپ کے اس زبردست استدلال پر وہ سب کے سب لا جواب ہوگئے۔

امام ابو حنیفہ کی حاضر جوابی

شیعہ لا جواب

ایک شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اور (معاذ اللہ) آپ کے ایمان میں شک کرتا تھا ۔حضرت امام اعظم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اسے بلایا اور اسے فرمایا کہ ’’میں نے تیری لڑکی کے لئے ایک اعلیٰ رشتہ

تلاش کیا ہے۔لڑکے میں ہر قسم کی خوبی موجود ہے لیکن وہ ہے یہودی۔'' اس شخص نے جواب دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ اتنے بڑے امام ہو کر ایک مسلمان لڑکی کا نکاح یہودی سے جائز قرار دیتے ہیں۔ میں تو ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتا۔ آپ نے فرمایا تیرے ناجائز سمجھنے سے کیا ہے جبکہ خود سرورِ دو عالم ﷺ نے (تیرے بقول) اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح ایک ایسے ہی شخص سے کر دیا تھا۔'' وہ فوراً سمجھ گیا کہ آپ کس بات کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت عثمان امیر المومنین کے متعلق اپنے خیالِ باطل سے توبہ کی اور حضرت امام اعظم کے علم و فراست کی برکتوں سے مالا مال ہو گیا۔

دھریہ لا جواب

حضرت امام اعظم کا بچپن کا زمانہ تھا کہ آپ کے شہر میں ایک دہریہ آیا۔ جو خدا کی ہستی کا منکر تھا۔ اس نے ایک میدان میں بلند اسٹیج بچھایا اور مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ کسی میں ہمت ہو تو اس کے سوالات کا جواب دیں۔ ہر کسی نے دہریے کے سوالات کو فضول و لچر جان کر اس کے سامنے آنا مناسب نہ سمجھا۔ دہریہ اس بات پر اور بھی تیز ہو گیا۔ اور کہنے لگا میرے سوالات ہیں ہی لا جواب۔ میدان لوگوں سے بھرا پڑا تھا اور دہریہ اسٹیج پر یہی ڈینگیں مار رہا تھا کہ مجمع نے دیکھا حضرت امام اعظم اس میدان میں تشریف لائے اور اس دہریہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے منکرِ خدا! مجھ سے پوچھ کیا پوچھتا ہے۔''

دہریہ اے بچے! میرے سامنے تو تمہارے بڑے بھی نہیں آ سکے تم میری باتوں کا کیا جواب دو گے۔

امام اعظم تم اس بات کو چھوڑو تمہارے ان سوالات کا جواب تو ایک بچہ بھی دے سکتا ہے بڑوں کے تشریف لانے کی کیا حاجت ہے۔

دہریہ : اچھا تو میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا اگر ہے تو وہ اس وقت کیا کر رہا ہے ؟

امام اعظم: دیکھو تم سائل ہو اور میں مجیب اور اصول یہ ہے کہ پوچھنے والا نیچے ہو اور بتانے والا اوپر لہذا تم اسٹیج سے نیچے اترو اور مجھے اسٹیج پر چڑھنے دو پھر میں جواب دوں گا۔''

آپ کے اس ارشاد کی حاضرین نے بھی تائید کی۔ پھر وہ ناچار نیچے اترا اور امام اسٹیج پر رونق افروز ہوئے۔ اور فرمایا ہاں اب کہو تمہارا پہلا سوال کیا تھا۔

دہریہ: خدا اگر ہے تو اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام اعظم: اس وقت تو اس نے یہ کام کیا ہے کہ تجھے اسٹیج سے نیچے اتار کر مجھ کم عمر کو یہ بلندی عطا کی ہے۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ ہر طرف سے واہ واہ کا غلغلہ بلند ہوا اور دہریہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

بتا تیرا دوسرا سوال کون سا ہے؟

دہریہ: خدا سے پہلے کیا تھا؟

امام اعظم: ایک سے لے کر پانچ تک گنتی کرو۔

دہریہ: ایک۔دو۔تین چار۔پانچ۔

امام اعظم: ایک بار پھر گنو۔

دہریہ: ایک۔دو۔تین۔چار۔پانچ

امام اعظم: اب ایک سے پہلے جو عدد ہے اس سے گنتی شروع کرو۔

دہریہ: مگر ایک سے پہلے تو کوئی عدد نہیں۔

امام اعظم: نادان! جب ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں تو اس وحدہٗ لاشریک سے پہلے کون ہوگا؟ اس سے پہلے بھی کچھ نہیں۔

دہریہ: خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام اعظم: جب چراغ روشن ہو تو اس کا منہ کس طرف ہوتا ہے۔

دہریہ: نور کے منہ کی جہت متعین نہیں ہو سکتی۔

امام اعظم: جب اس مجازی نور کی جہت متعین نہیں تو جو ذات جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ اس نور حقیقی کی جہت کیسے متعین ہو سکتی ہے؟

حضرت امام اعظم کے ان جوابات سے دہریے کا منہ بند ہوا۔ ہر طرف سے ماشاءاللہ مرحبا حسنت کا شور بلند ہوا۔ اور ہمارے امام اس مناظرہ سے کامیاب ہو کر واپس تشریف لائے۔ اور دہریئے کو وہاں سے راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔

پُر حکمت فتاویٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور لطیفے

ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کا نکاح دوسرے شخص کی دو بیٹیوں سے کیا اور دوسرے دن ولیمہ پر علمائے کرام کو بھی مدعو کیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے۔ ان بیٹوں کا باپ بڑی پریشانی کے عالم میں مکان سے باہر نکلا۔ اور عرض کرنے لگا کہ ہم لوگ بڑی مصیبت میں پھنس گئے رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں۔ بڑے کی دلہن چھوٹے کے کمرے میں اور چھوٹے کی دلہن بڑے کے کمرے میں غلطی سے چلی گئی۔ صبح ہوئی تو اس غلطی کا پتہ چلا۔ فرمائیے! اب کیا ہو؟ حضرت سفیان نے کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ وطی بالشبہ ہے۔ آج دونوں بہنیں اپنے اپنے شوہروں کے پاس چلی جائیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ مسعر نے آپ سے کہا۔ آپ بھی فرمائیے۔ سفیان کہنے لگے۔ اس کے سوا اور کیا کہیں گے؟ حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس دونوں لڑکوں کو لاؤ۔

چنانچہ دونوں لڑکے لائے گئے۔ آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ رات تم جس عورت کے پاس رہے ہو۔ تم کو پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تم دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دو۔ اور جس کے پاس جو عورت سوئی ہے وہ اسی کے ساتھ شادی کر لے۔ چنانچہ اسی جگہ ان دونوں نے اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور چونکہ اپنی بیوی سے کسی نے بھی صحبت نہ کی تھی۔ اس لئے عدت تو ان پر واجب ہی نہ تھی۔ اس لئے وہیں ان کا نکاح بھی ہو گیا۔

فائدہ

یہ حقیقت ہے کہ جہاں بڑے بڑے محدث حیران رہ جاتے تھے وہاں ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کا علم و فضل اور آپ کی خداداد فقاہت کام آتی تھی۔ اور آج بھی یہ حقیقت ہے کہ بڑے بڑے مشکل مرحلوں پر فقہ حنفی ہی کام دیتی ہے۔ لوگ ہزار اعتراض کریں تقلید و فقہ پر مگر جب مشکل پڑتی ہے تو بغیر اس کے چارہ بھی نہیں۔ مولوی کے پاس اس قسم کے شواہد موجود ہیں کہ خود معترضین فقہ نے بھی مشکل کے وقت جواب دیئے تو اسی فقہ سے۔

مخالف دنگ شد

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے واپسی پر آپ نے ابن ابی لیلیٰ کو دیکھا جو خچر پر سوار عدالت کی طرف جا رہے تھے۔ ابن ابی لیلیٰ کو ایک مقدمہ میں حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی درکار تھی۔ اس لئے انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا۔ راستے میں چند عورتیں گا رہی تھیں۔ ان عورتوں نے جب حضرات امام اعظم اور ابن ابی لیلیٰ کو دیکھا۔ تو خاموش ہو گئیں۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ **احسنتن** ۔یعنی اچھا کیا تم نے۔ عدالت میں امام اعظم علیہ الرحمۃ نے جب گواہی دی تو ابن ابی لیلیٰ نے ان کی گواہی ساقط کر دی۔ اور کہا۔ یاد کیجئے آپ نے گانے والی عورتوں کو کہا تھا **احسنتن** حضرت امام صاحب نے فرمایا آپ بھی یاد کیجئے۔ کہ میں نے یہ کلمہ کس وقت کہا تھا۔ گانے کے وقت یا سکوت کے وقت؟ ابن ابی لیلیٰ نے جواب دیا۔ سکوت کے وقت؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے انہیں **احسنتن** اسی سکوت پر کہا تھا۔ کہ تم نے گانا چھوڑ کے جو سکوت اختیار کر لیا ہے بہت اچھا ہے ابن ابی لیلیٰ نے یہ بات سنی تو آپ کی گواہی قبول کر لی۔ (غرائب البیان، ص ۴۴)

انوکھے سوالات کے جوابات

ایک شخص نے ہمارے امام حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ فرمایئے، اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو یوں کہتا ہے کہ میں جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور دوزخ سے نہیں ڈرتا۔ اور مردہ کھاتا ہوں۔ اور بغیر قرأت کے بغیر

رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہوں۔ اور اس چیز کی گواہی دیتا ہوں۔ جسے میں نے نہیں دیکھا۔ اور حق سے نفرت رکھتا اور فتنہ سے رغبت رکھتا ہوں۔

حضرت امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے مسکرا کر دریافت فرمایا کہ تم بتاؤ ایسا شخص کیسا ہوگا۔ سب نے کہا کہ ایسا شخص تو بہت ہی برا شخص ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ یہ شخص تو بڑا ہی اچھا شخص ہے۔ جو جنت کی خواہش نہیں رکھتا بلکہ خالقِ جنت اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتا ہے اور دوزخ سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ خالق دوزخ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور مردہ کھاتا ہے یعنی مچھلی یا ٹڈی کھاتا ہے۔ اور قرأت و رکوع وسجدے کے بغیر نماز پڑھتا ہے، یعنی نماز جنازہ پڑھتا ہے۔ بغیر دیکھے گواہی دیتا ہے اور کہتا ہے۔ **اشهد ان لا اله الا الله** ۔ اور حق سے نفرت رکھتا ہے۔ یعنی موت سے نفرت رکھتا ہے جو حق ہے۔ اور فتنہ سے رغبت رکھتا ہے۔ یعنی مال و اولاد سے رغبت رکھتا ہے جو دونوں ہی فتنہ ہیں۔

سائل نے یہ جواب سنے: **فقبل راسه وقال اشهد انک للعلم وعاء .**

''تو آپ کے سر کو بوسہ دے کر کہنے لگا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علم وفضل کے مخزن ہیں۔''

(غرائب البیان، ص۳۲)

امام ابو حنیفه اور قتا ده

قتادہ بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی گذرے ہیں بلا کا حافظہ پایا تھا۔ احفظ الناس کے لقب سے لوگوں میں مشہور ہو گئے تھے۔ کوفہ میں آئے تو اعلان کیا کہ جسے کوئی مسئلہ پوچھنا ہو بلا تکلف میرے سامنے آ کر پوچھے۔ میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔ بڑا مجمع ہو گیا۔ لوگ آتے اور مسائل دریافت کر کے چلے جاتے۔ امام ابو حنیفہ بھی پہنچ گئے۔ اور مجمع میں کھڑے ہو کر حضرت قتادہ سے پوچھا کہ ایک شخص سفر میں گیا تھا۔ دو برس کے بعد اس کے مرنے کی خبر آئی۔ اس پر اس کی بیوی نے دوسری شادی کر لی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ چند روز کے بعد وہ پہلا شخص واپس آ گیا اسے انکار ہے کہ عورت کی جو اولاد ہے وہ میری اولاد نہیں ہے بخلاف ازیں دوسرا شخص صاف طور پر کہہ رہا ہے کہ اولاد میری ہے۔ اب فرمایئے کہ دونوں کا عائد کردہ الزام صحیح ہے یا صرف اس کا جو اولاد کے اپنی ہونے سے انکار کر رہا ہے۔ قتادہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے؟ فرمایا نہیں واقعہ تو نہیں ہوا مگر علماء کو تو اس قسم کے جوابات کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

فائدہ

رہتی دنیا تک حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اس قسم کے فیصلے فرما گئے ہیں جس سے آج اور تا قیامت اہلِ اسلام امام

ابوحنیفہ کی فقاہت سے مستفیض ہورہے ہیں۔

ضحاک لاجواب ہو گیا

ضحاک نے ایک دفعہ کوفہ میں داخل ہو کر قتلِ عام کا حکم دے دیا۔آپ نے جو سنا اٹھے اور جلدی سے ضحاک کے پاس پہنچ کر کہا کہ آخر کوفہ والوں کو کس ظلم میں یہ سزا دی جارہی ہے؟ بولا یہ سب کے سب مرتد ہو گئے ہیں۔فرمایا کیا پہلے ان کا کوئی اور مذہب تھا جسے انہوں نے ترک کردیا ہے یا پہلے ہی سے یہی مذہب رکھتے ہیں۔ضحاک یہ سن کر بولا یہ آپ نے کیا فرمایا ؟ پھر تو کہئے۔آپ نے ذرا تفصیل سے بیان کیا تو بولا واقعی میری غلطی تھی۔اور اسی وقت تلواریں نیام میں کرنے کا حکم صادر کردیا۔

فائدہ

یہ طویل ہے ہم نے ''ہم نے''القول الحقق فی ترجمۃ مناقب الموفق تفصیل سے لکھا ہے۔

خارجی مان گیا

آپکی یہ خصوصیت تھی کہ آپ مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریق پر لوگوں کو سمجھا دیتے تھے کہ مخالف کو پھر کوئی گنجائش باقی نہ رہتی تھی۔خارجیوں کا مشہور سردار ضحاک عہد بنی امیہ میں کوفہ پر قابض و مسلط ہو گیا۔شمشیر بکف آپ کے سامنے آیا اور تلوار دکھا کر آپ سے کہا توبہ کیجئے۔فرمایا۔بتایئے تو کس امر سے توبہ کروں؟ بولا اس عقیدے سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قضیۂ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ثالثی مان لی تھی اور ان کا یہ فعل و عمل درست تھا حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو انہیں ثالثی تسلیم ہی نہ کرنا چاہیئے تھی۔

فرمایا کہ اگر آپ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو اور بات ہے قتل کر دیجئے لیکن اگر تحقیق مقصود ہے تو بحث و تقریر کی اجازت دیجئے۔ضحاک نے کہا۔نہیں۔میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔فرمایا۔

اگر باہمی بحث سے مناظرہ طے نہ ہوا تو کیا ہوگا۔بولا دونوں ایک شخص کو پنچ قرار دیئے لیتے ہیں۔چنانچہ ضحاک نے اپنے ہی آدمیوں سے ایک پنچ مقرر کرلیا تاکہ وہ دونوں فریق کی صحت و غلطی کا فیصلہ کر لے۔اس انتخاب کے بعد آپ نے ضحاک سے کہا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کیا کیا تھا؟ انہوں نے بھی بالکل وہی کیا تھا جو آپ اس وقت خود کو حق پر سمجھتے ہوئے کر رہے ہیں۔یہ سن کر ضحاک دم بخود ہو گیا۔اور خاموش اٹھ کر چلا گیا۔

دھریہ لاجواب ہو گیا

حضرت امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک خدا کی ہستی کے منکر سے مناظرہ مقرر ہوا اور زیر

بحث مسئلہ تھا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا تعالیٰ کے وجود کو ثابت فرمائیے۔ اول تو مناظرہ پھر خلیفہ اور بادشاہ کے درمیان پھر اتنے بڑے امام سے۔ دوست و دشمن بھی موجود ہو گئے۔ دہریہ بھی آیا مگر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ دہریہ نے پوچھتے ہوئے کہا۔ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا مجھے آج عجیب واقعہ نظر آیا۔ دہریے نے پوچھتے ہوئے کہا وہ کیا؟ حضرت امام نے فرمایا سنیئے۔ میں آج جنگل کی طرف چلا گیا تھا وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھ کر حیرت میں آ کر وہیں کھڑا رہ گیا۔ دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک بڑا درخت کھڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا پھر خود بخود اسکے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود ایک کشتی تیار ہو کر دریا میں جا پڑی جو اِدھر کے مسافروں کو اُدھر اور اُدھر کے مسافروں کو اِدھر لانے لے جانے اور پار اتارنے لگی۔ ہر ایک شخص سے محصول بھی وصول کرتی تھی۔ دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔ امام یہ بات غلط اور بالکل عقل کے خلاف ہے۔ حضرت امام نے فرمایا کیوں کر غلط ہے؟ اور کیوں کر عقل کے خلاف ہے؟ دہریہ نے کہا کہ بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں جب تک کرنیوالا نہ ہو۔ کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یہ تو کچھ بھی کام نہیں ہے آپ کے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی صانع کے تیار ہو جاتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان یہ چاند و سورج یہ ستارے یہ باغات یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل یہ پہاڑ یہ چوپائے یہ انسان غرض کہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے کیسے تیار ہو گئی۔!

اگر ایک کشتی کا خود بخود بن جانا غلط اور خلافِ عقل ہے تو سارے جہاں کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ غلط اور خلافِ عقل ہے۔ دہریہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ نورانی تقریر سن کر بلبلا اٹھا اور معرفتِ الٰہی کا ایسا نور چمکا کہ دل و دماغ میں توحیدِ الٰہی کا ایسا آفتاب و ماہتاب طلوع ہو گیا فوراً تائب ہو کر پڑھنے لگا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دولتِ ایمان سے مشرف ہو کر نعمتِ کونین سے سرفراز ہو گیا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید

وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

یعنی جو گھاس زمین سے اگتی ہے وہ خدا کی ہستی کا اعلان کرتی ہے۔ اور وحدہٗ لا شریک کا نعرہ بلند کرتی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں

(۱) ایک پہلوان غصے میں بپھرا ہوا، منہ سے جھاگ نکال رہا تھا۔ سامنے سے شیخ سعدی گذرے، پوچھا ''یہ شخص اتنا برہم کیوں ہے؟'' کسی نے جواب دیا ''پہلوان کو ایک شخص کوئی تلخ بات کہہ کر چلا گیا ہے!'' شیخ سعدی نے افسوس سے کہا۔ ''پہلوان!

تجھ پر افسوس کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کہ تو دس من کا پتھر تو با ٓسانی اٹھا لیتا ہے۔ لیکن ایک بات اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا۔

(۲) شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ مکان کی خرید و فروخت میں مشغول تھے۔ یہودی نے کہا خرید لیں اس میں کوئی عیب نہیں۔ آپ نے فرمایا اس میں بہت بڑا عیب یہی ہے کہ اس کا ہمسایہ یہودی ہے۔

(۳) شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے علم کی راہ میں بے شمار سفر کئے اور ہزاروں مشکلوں کے بعد اپنے وقت کے علامہ روزگار بنے ایک دفعہ کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ کی جوتی ٹوٹ گئی نوکیلے پتھروں اور کانٹوں نے پاؤں چھلنی کر دیئے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ کیا کہ یا اللہ میں علم کی راہ میں نکلا ہوں اور میرے پاؤں میں جوتا تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر کے ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ ایک عبرتناک منظر دیکھا کہ ایک آدمی بھیک مانگ رہا ہے اور اس کے دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ یہ عبرتناک منظر دیکھ کر شیخ سعدی مسجد میں گئے اور رو رو کر دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے جوتے نہیں ہیں تو کیا ہوا دونوں پاؤں تو سلامت ہیں۔

لطائف جامی رحمة الله علیه

ایک مرتبہ حجاز کے سفر میں مولانا جامی جب بغداد پہنچے تو پیر جمال عراقی جو خود ایک بڑے پیر تھے اپنے کچھ مریدوں کے ساتھ ان سے ملنے آئے۔ پیر کا اور ان کے مریدوں کا لباس سر سے پیر تک اونٹ کی اون کا تھا۔ جب پیر جمال کی نظر مولانا پر پڑی تو فوراً کہا ہم نے خدا کا جمال دیکھا۔ مولانا نے برجستہ جواب دیا ہم نے بھی خدا کے جمال دیکھے۔ (جمال جمع جمل بمعنی اونٹ) یعنی خدا کے اونٹ دیکھے۔

(۲) ایک مہمل گو شاعر حج سے واپسی پر ان سے ملنے آیا۔ دورانِ گفتگو میں کہنے لگا کہ میں نے اپنا دیوان برکت حاصل کرنے کی غرض سے حجر اسود پر رگڑا۔ انہوں نے فرمایا۔ اگر آپ زم زم میں ملتا تو زیادہ بہتر تھا۔

(۳) ایک شخص مولانا ولی نامی انکے پاس آیا وہ جاہل مطلق تھا۔ ناموزوں لفظوں کو ایک دوسرے سے ملا دیتا اور اسکو نظم سمجھتا لوگ اس پر ہنستے۔ مولانا حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سند مانگنے لگا اور خوب اصرار کیا عزیزوں کی قسمیں کھانے لگا۔ مولانا نے اسکی دلجوئی کیلئے یہ رقعہ لکھ دیا۔

مولانا ولی نے اپنی صحبت سے بندہ کو عزت بخشی اور اپنے دلپسند شعروں سے ہمیں محظوظ کیا۔ اس کی شاعری کا درجہ اس سے زیادہ بلند ہے کہ وزن کی تنگ جگہ میں سما سکے یا کوئی شخص اسے طبیعت کے ترازو میں تول سکے۔

سر منڈانا

ایک دفعہ شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے بطور مذاق مرزا کامران والئی قندھار سے جو سلیم شاہ کے پاس آیا ہوا تھا، پوچھا۔

''کیا تمہاری عورتیں بھی تمہاری طرح سر منڈاتی ہیں؟''

مرزا نے جواب دیا۔ ''نہیں ہماری عورتیں تمہاری طرح سر پر بال رکھتی ہیں۔''

فائدہ

عورتوں کا سر منڈانا نہایت ہی مذموم فعل ہے لیکن ہمارے دور میں جن خواتین کو جدت کا مرض ہے وہ سر منڈاتی نہیں تو چھوٹے بال ضرور کرواتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی خواتین بہت ہی بری لگتی ہیں۔

قُربِ شاہاں کی سزا

ایوب المرزبانی خلیفہ منصور کا وزیر تھا۔ جب منصور اس کو اپنے حضور میں طلب کرتا تو وہ پیلا پڑ جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے اس سے کہا ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی باریابی امیر المومنین کے دربار میں بکثرت ہوتی ہے اور امیر المومنین آپ سے مانوس بھی ہیں پھر بھی جب آپ ان کی خدمت میں جاتے ہیں تو متغیر ہو جاتے ہیں۔'' ایوب المرزبانی نے کہا ''میری اور تمہاری مثال ایک باز اور مرغ جیسی ہے۔ دونوں نے مناظرہ کیا۔ باز نے مرغ سے کہا۔ ''میں نے تجھ سے زیادہ بے وفا نہیں دیکھا۔ تو ایک انڈا تھا۔ تیرے مالک نے تیرے سینے کا انتظام کیا پھر اس نے اپنی ہتھیلیوں سے تجھے کھلایا پلایا لیکن جب تو بڑا ہو گیا تو مالک سے بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ دوسری طرف میں ہوں پہاڑوں سے پکڑا جاتا ہوں۔ دو دو تین تین دن تک بندش میں رہتا ہوں۔ کھانے پینے کو بھی زیادہ خوراک نہیں دی جاتی مگر جب شکار پر چھوڑا جاتا ہوں تو شکار لے کر سیدھا مالک کے پاس آتا ہوں ''مرغ نے کہا'' تیری دلیل بے کار ہے اگر تو سیخ پر چڑھے ہوئے دو باز بھی دیکھ لیتا تو کبھی مالک کے پاس لوٹ کر نہ آتا۔ میں ہر وقت مرغوں سے بھری سیخیں دیکھتا ہوں، پھر بھی مالک کے ہاں رات بسر کر لیتا ہوں۔ تو میں تجھ سے زیادہ وفادار ہوں۔ پھر ایوب نے یہ قصہ سنا کر کہا ''اگر تم منصور کی عادتوں کو اسی قدر جانتے، جس قدر میں جانتا ہوں تو اس کی طلبی کے وقت تمہارا حال میرے حال سے بھی زیادہ ابتر ہوتا۔'' اس غریب کو اپنے کہے کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے احسانات کے باوجود منصور نے ۱۵۴ ہجری میں اموال ضبط کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ سچ ہے کہ

قربِ سلطان آتش سوزاں بود

سلطان سکندر بڑا ڈاکو

فاتح زمانہ سکندر اعظم کی فوج نے ایک ڈاکو کو گرفتار کیا جس نے کئی ڈاکے ڈال کر اپنی دہشت پھیلا رکھی تھی۔ جب ڈاکو

کوسکندر اعظم کے حضور پیش کیا گیا تو سکندر اعظم نے کہا اے بد بخت ڈاکو تم کو یہ برے کام کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ تو ڈاکو بولا سرکار جو کام میں چھوٹے پیمانے پر کرتا ہوں آپ اسے وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں۔ میرے ساتھیوں کی تعداد گنتی کی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں ڈاکو کا خطاب ملتا ہے۔ مگر آپ کے پاس بہت بڑا لشکر ہوتا ہے جو شاہی لشکر کہلاتا ہے۔ میرے کام کو ڈاکہ زنی اور آپ کے کام کو فتوحات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں تو صرف ایک دو گاؤں ہی لوٹ چکا ہوں۔ مگر آپ تو سینکڑوں ملکوں کو تباہ و برباد کر کے ان کو لوٹ چکے ہیں لہٰذا جان بخشی کی اجازت چاہتے ہوئے غلام عرض کرتا ہے کہ میں تو ادنیٰ سا ڈاکو ہوں مگر سرکار عالمگیر ڈاکو ہیں۔ میں چھوٹا ڈاکو آپ بڑے ڈاکو اس لئے سرکار کو اپنے ہم پیشہ کا خیال رکھنا چاہئے۔

بز دل سکندر

سکندر اعظم کے روبرو ایک ایسا سپاہی پیش ہوا۔ جس کا نام بھی سکندر تھا۔ لیکن بزدل بہت تھا۔ ہمیشہ میدان جنگ سے فرار ہو کر اپنے خیمے میں روپوش ہو جاتا۔ سکندر اعظم نے اس سے پوچھا۔ ''تمہارا نام؟'' سپاہی نے جواب دیا ''سکندر۔'' سکندر اعظم نے افسوس سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ''تب پھر تم میرا فیصلہ سن لو، تم ہماری سپاہ میں اسی وقت رہ سکتے ہو جب یا تو تم اپنا نام بدل دو گے یا پھر اپنا کام۔

گدھا اور سکندر

جب سکندر اعظم نے یونان کے ایک شہر کو فتح کیا تو اس شہر کے ایک فلسفی سے ملنے گیا جس کا نام دیو جانس قلبی تھا۔ وہ ایک جھونپڑی میں رہتا تھا۔ سکندر اعظم جب اس جھونپڑی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ فلسفی سو رہا تھا۔ سکندر اعظم نے اسے لات ماری اور کہا میں نے اس شہر کو فتح کر لیا ہے۔ اور تو اس طرح بے فکری سے سو رہا ہے۔ دیو جانس قلبی نے غصے سے سکندر اعظم کی طرف دیکھا اور کہا شہر فتح کرنا بادشاہوں کا کام ہے اور لات مارنا گدھوں کا کام ہے۔ کیا کوئی آدمی دنیا میں نہیں رہا جو ایک گدھے کو بادشاہت دے دی گئی ہے۔

فائدہ

سکندر اعظم کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی یا ولی اللہ تھے۔ انکے حق میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کرنا جائز ہے۔ چونکہ رعایا سے سکندر کو پیار تھا اسی لئے ان سے یہ الفاظ سنے اور حوصلہ فرمایا یہی پاکباز لوگوں کا کام ہے۔ حضرت سکندر کے بارے میں تفصیل کیلئے فقیر کے رسالہ ''یاجوج ماجوج'' کا مطالعہ کیجئے۔

بیٹے کو سزا

شجاع الدولہ اودھ کے نواب صفدر جنگ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ایک رات کا ذکر ہے شجاع الدولہ بنارس کی ایک عورت کے گھر دیوار پھاند کر جا گھسا۔گھر کے لوگوں کی آنکھ کھل گئی۔انہوں نے فوراً اسے پکڑا اور اسی وقت کوتوال کے پاس لے گئے۔کوتوال نواب کے بیٹے کو ملزم کی حیثیت سے دیکھ کر کشش و پنج میں مبتلا ہو گیا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شجاع الدولہ سے کیا سلوک کرے۔آخر وہ نواب صفدر جنگ کے محل پہنچا اور نواب کو نیند سے جگا کر یہ واقعہ سنایا۔نواب کو غصہ آ گیا۔اس نے کوتوال سے کہا" کوتوال !معلوم ہوتا ہے تجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ورنہ تو آدھی رات کو مجھے نہ جگاتا۔تجھے خود معلوم ہونا چاہئے کہ غنڈوں سے کیا سلوک کیا جاتا ہے۔کوتوال تھانے پہنچا۔

اس نے شجاع الدولہ کو ایک عام ملزم کی طرح زدوکوب کر کے قید میں ڈال دیا۔سات روز کے بعد شجاع الدولہ کو نواب صفدر جنگ کے سامنے پیش کیا گیا۔نواب نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو حقارت سے منہ پھیر لیا اس کے بعد اس نے چھ ماہ تک اس سے بات نہیں کی۔

فائدہ

یہ تو تھے وہ سربراہان مملکت کہ جنہیں رعایا اولاد سے بھی پیاری تھی۔آج ہم ذلیل و خوار اس لئے ہیں کہ ہمارے سربراہ نفس کے بندے ہیں۔انہیں رعایا پروری کا کوئی احساس نہیں۔

ادیب شاعر

یہ صاحب حضرت سلطان سنجر مرحوم کے ندیموں میں سے تھا۔ایک دن جب کہ برف اور جاڑا خوب پڑ رہا تھا۔رشید وطواط اسکے دروازہ پر گیا۔اور دربان سے سنا کہ ادیب صاحب گھر میں نہیں ہیں۔رشید وطواط نے اسی وقت یہ شعر کہہ کر حاضرین کو سنایا ؎

آنکس کہ برون رود درین روز ☆ غیر از زن غر بگو دگر کیست

ترجمہ

جو اس دن بھی گھر سے باہر چلا جائے وہ فاحشہ عورت کے سوا اور کون ہو گا؟

ادیب صاحب گھر میں ہی تو تھا اس نے کھڑکی سے منہ نکال کر جواب دیا ؎

من در حرم موجود م بہ بیذید ☆ پیدا ست کہ در برون در کیست

ترجمہ

میں تو گھر میں موجود ہوں۔ اب دیکھو کہ اس وقت گھر سے باہر کون؟

نتیجہ

رشید وطواط نے ادیب صاحب کو فاحشہ عورت بنایا لیکن ادیب صاحب نے اپنے زورِ کلام سے اسے وہی لقب واپس لوٹا دیا۔

سوال

ادیب نے جھوٹ کیوں بولا جبکہ وہ گھر میں موجود تھا لیکن کہلا بھیجا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔

جواب

یہ دربان کا جھوٹ ہے ادیب صاحب سے جھوٹ نہیں سنا گیا اور یہ پہلے سے مرض عام ہے کہ نوکر آقا کے بچانے کے لئے از خود کہہ دیتے ہیں کہ صاحب گھر میں نہیں۔ جیسے آجکل کے سیاسی لیڈروں اور مشاہیر امراء کے نوکروں کی عادت ہے۔ اسی لئے یہ سوال ادیب شاعر پر وارد نہیں ہوتا۔

مولانا امام شہید اور مرزا غالب

مرزا غالب اور مولانا امام شہید میں ظریفانہ نوک جھونک ہو رہی تھی۔ مرزا غالب نے خاص ظریفانہ رنگ میں کہا۔ ’’اجی! یہ تو بتایئے آپ شہید کب سے ہوئے؟‘‘ امام نے برجستہ جواب دیا۔ ’’جب کافر غالب ہوئے‘‘۔

شہنشاہ اورنگ زیب رحمة الله علیه کی باتیں

اورنگ زیب عالمگیر کے دورِ حکومت میں دہلی کے قریب ہی گاؤں میں ایک بوڑھا اور بڑھیا اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں جا کر فریاد کی کہ ہر ماہ کی ستائیس تاریخ کو ایک جن آگ برساتا ہوا یہاں آتا ہے۔ وہ اتنا خوفناک اور بدصورت ہے کہ اس کو دیکھتے ہی ہم دونوں بے ہوش ہو جاتے ہیں وہ ہماری بیٹی کو پریشان کر کے چلا جاتا ہے۔ ہم کمزور اور غریب ہونے کے باعث اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ یا تو آپ ہماری حفاظت کا کوئی بندوبست کر دیجئے یا پھر ہم سب کو موت کے گھاٹ اتروا دیجئے آخر ہم غریب لوگ کب تک اپنی آنکھوں سے اپنی ہی غربت کا خون ہوتے دیکھتے رہیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ سارے دربار پر سناٹا چھا گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر نے بمشکل ان دونوں کو چپ کرایا اور کہا کہ اب جب بھی وہ جن تمہارے گھر

آئے تم میرے محل کی طرف منہ کر کے تین بار بلند آواز سے اسے کہنا اورنگ زیب جلدی پہنچوں جن آ گیا ہے اس پر وہ دونوں مطمئن ہو کر واپس چلے آئے۔

منٹوں میں گھنٹے اور گھنٹوں میں دن تبدیل ہوتے رہے اور پھر چاند کی ستائیس تاریخ بھی آن پہنچی مگر جن نہ آیا۔ اسی طرح دوسرے تیسرے پانچویں، ساتویں، دسویں اور پھر پورے سال جن نہ آیا۔ اب تو دونوں میاں بیوی بڑے خوش ہوئے ان کا خیال تھا کہ اب جن کبھی بھی ان کے گھر کا رخ نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے دل میں بادشاہ کی قدر و منزلت بھی بڑھتی گئی وہ سوچنے لگے ہمارے بادشاہ کے جلال سے نہ صرف انسان بلکہ جن تک بھی کانپتے ہیں۔ پورے ایک سال کے بعد چاند کی ستائیس تاریخ کو جن پھر نمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں میاں بیوی بہت گھبرائے اور خوف سے کانپنے لگے۔ بڑھیا نے بوڑھے سے کہا تم جلدی سے اورنگ زیب کو آواز دو، وہ ضرور وعدے کے مطابق ہماری مدد کو پہنچے گا۔ بوڑھا بولا۔ یہ تو بادشاہوں کے آرام کرنے کا وقت ہے بھلا وہ کیوں اپنی نیند خراب کر کے ہماری مدد کو آئے گا۔ آخر کار بڑھیا کے بار بار اصرار پر بوڑھے نے بلند آواز سے اورنگ زیب کے محل کی طرف منہ کر کے کہا اورنگ زیب جلد پہنچو جن آ گیا ہے۔ ابھی بوڑھا دوبارہ صدا دینے ہی والا تھا کہ اچانک دیوار کے ساتھ والے درخت سے ایک نقاب پوش آدمی ہاتھ میں ننگی تلوار لئے اندر کودا، تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے سے باہر نکلا تو اس کی تلوار خون آلودتھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ میں جن کا سر پکڑ رکھا تھا اس نے فوراً تلوار اور کاٹا ہوا سر ایک طرف رکھا اور سجدے میں گر گیا۔ جب وہ اٹھا تو یہ کہتے ہوئے جانے لگا کہ اب وہ جن کبھی نہیں آئے گا۔ مگر بوڑھے نے اس کا راستہ روک لیا اور اس سے پوچھنے لگا۔ کیا میں اپنے محسن کا نام پوچھ سکتا ہوں نقاب پوش نے فوراً اپنا نقاب الٹ دیا تو دونوں میاں بیوی اپنے سامنے بادشاہ وقت اورنگ زیب کو دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں بتایا کہ جب تم اپنی شکایت اور فریاد لے کر میرے دربار میں آئے تھے تو یہ جن اصل میں جو میرا ہی ایک درباری تھا۔ سب کچھ غور و فکر سے سن رہا تھا۔ اسی لئے اس نے اپنا شک دور کرنے کے لئے اور ہمیں مطمئن کرنے کے لئے اتنا وقفہ دیا اس نے سوچا کہ ایک سال گذر جانے کے بعد شاید بادشاہ اپنا وعدہ اور یہ واقعہ بھول چکا ہو گا۔ خدا کی قسم اگر یہ بدبخت پچاس سال کے بعد بھی دوبارہ تمہارے گھر میں قدم رکھتا تب بھی مجھے اسی طرح اپنا منتظر پاتا۔ یہ کہہ کر اورنگ زیب عالمگیر اپنے محل کی طرف چلا گیا۔

بوڑھا اور بڑھیا دونوں جواب تک اورنگ زیب عالمگیر کی باتیں بڑے اشتیاق اور حیرت کے ساتھ سن رہے تھے بادشاہ کی عقل مندی اور بہادری کے قائل ہو گئے۔

بادشاہ عالمگیر اور بہروپیا

نقل ہے کہ عالمگیر بادشاہ کے وقت میں ایک بہروپیا یعنی نقال اپنے فن میں بڑا کامل تھا۔ جب بادشاہ عالمگیر کو خبر ہوئی تو اس نے نقال کو بلا کر کہا کہ ہم تیرے دھوکے میں نہیں آسکتے۔ نقال نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں آپ کو دھوکا دے دوں تو مجھے کیا انعام ملے گا۔ عالمگیر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے دھوکا دے دیا تب تو تجھے دس ہزار روپیہ انعام دوں گا ورنہ پھانسی تیار ہے۔ نقال نے عرض کیا حضور مجھے منظور ہے لیکن آپ اس بارے میں مجھے ایک دستاویز لکھ دیں۔ بادشاہ نے اپنی مہر ثبت کر کے دستاویز لکھ دی اور نقال لے کر چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد عالمگیر کو ملک دکن کی تسخیر کے واسطے فوج کشی کرنی پڑی ۔ادھر اس نقال نے بادشاہ کا ارادۂ فوج کشی معلوم کر کے ملک دکن میں اورنگ آباد کے قریب ہی جنگل میں ڈیرا جا لگایا اور فقیرانہ صورت بنا کر خلقت سے منہ موڑ کر بظاہر یادِ خدا میں مشغول ہو گیا اور دنیا و اہل دنیا کی طرف سے بالکل بے رغبتی ظاہر کی اور خدا کے مقبول بندوں کے عادات و اخلاق کو خوب ہی نباہا۔ جو لوگ نذریں وغیرہ اس کے پاس لاتے ان کی طرف توجہ نہ کرتا اور دن رات یادِ خدا میں مشغول رہتا۔ گردو نواح میں اس کی بڑی شہرت ہوگئی۔ لوگ کثرت سے اس کے گرد جمع ہوتے اور مقبولِ خدا و ولی اللہ جاننے لگے۔

اس کی شہرت کا عام چرچا ہو گیا۔ وہ عالمگیر بادشاہ کے آنے کا منتظر رہتا کہ کب آئے تو دھوکا دوں آخر کار کچھ عرصہ کے بعد عالمگیر بھی وہاں پہنچا۔ عالمگیر بڑا ہی خدا پرست اور فقیر دوست بادشاہ تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جہاں کہیں کسی متقی و پرہیزگار فقیر کو پاتا اس سے ملتا اور شاہانہ سلوک سے اس کے ساتھ پیش آتا۔ جب اورنگ آباد میں پہنچا تو حسب عادت لوگوں سے پوچھا کہ یہاں بھی کوئی باخدا درویش ہے کہ نہیں۔ لوگوں نے اسی فقیر کا ذکر کیا اور حد سے زیادہ اس کی تعریف و توصیف بیان کی۔ بادشاہ نے سوچا کہ اسے آزمانا چاہیئے اور اگر واقعی وہ دنیا سے بے رغبت اور انقطاع والا ہے تو ہم بھی اس کی زیارت کریں چنانچہ عالمگیر نے وزیر کو سو اشرفیاں دے کر بھیجا جب وزیر اس کے پاس گیا تو اس نے دور سے دیکھتے ہی گردن جھکا لی اور گویا مراقب ہو کر بیٹھ گیا وزیر آیا اور ادب سے بیٹھ گیا۔ بڑی دیر کے بعد جب وزیر اٹھ کر واپس جانے کے حیلے کرنے لگا تو اس نے گردن اٹھا کر وزیر کی طرف دیکھا۔ وزیر نے بڑے ادب سے سلام کیا۔ فقیر نے پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام ہے؟ وزیر نے کہا۔ میں عالمگیر بادشاہ کا وزیر ہوں اور حضور کے سلام و زیارت کے لئے آیا ہوں اور اشرفیاں پیش کر کے کہا کہ بادشاہ نے یہ حضور کی نذر بھیجی ہے اسے منظور فرمالیں۔

فقیر نے جواب دیا کہ میں ایسی ہی کُتّی دنیا سے منہ موڑ کر اور کنارہ کش ہو کر صرف خدا تعالیٰ کے وصل اور دیدار الٰہی کے شوق میں یہاں آبیٹھا ہوں۔ مجھ پر آپ کا بڑا ہی احسان ہوگا اور میں آپ کے واسطے بہت ہی دعا کروں گا جو آپ مجھے اس سے

معاف رکھیں اور یہ اشرفیاں واپس لے جائیں۔وزیر نے دینے میں بہت اصرار کیا۔لیکن فقیر نے ایک نہ مانی آخر مجبور ہو کر وزیر اشرفیاں لئے ہوئے واپس چلا گیا اور بادشاہ کے پاس سارا قصہ جا سنایا۔بادشاہ کو بھی اس کی ملاقات کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور سات گاؤں کا پٹہ معافی اور دو ہزار اشرفیاں نذر کے واسطے لے کر فقیر کے پاس پہنچا۔

فقیر بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر مراقب ہو گیا اور جس وقت بادشاہ وہاں پہنچا اور السلام علیکم کی تو اٹھ کر بڑے تپاک سے ملا۔مصافحہ کیا بہت خوش اخلاقی سے پیش آیا اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں انجام کار بادشاہ نے وہ پٹہ معافی اور اشرفیاں پیش کیں۔فقیر نے لینے سے انکار کر دیا۔بادشاہ نے پھر دینے میں اصرار کیا۔اس نے پھر بھی انکار ہی کیا۔تین چار بار جب اسی طرح اصرار و انکار ہو چکا تو تنگ آ کر فقیر نے کہا کہ آپ بار بار یہی دینا چاہتے ہیں تو میں کسی اور جنگل میں جا بیٹھوں گا مگر اس کی طرف منہ نہیں کروں گا۔بادشاہ کو مجبور ہو کر اپنے ارادے سے باز رہنا پڑا۔مگر فقیروں کی عقیدت دل میں زیادہ بڑھ گئی۔چلتے وقت بالحاح فقیر سے کہا کہ حضرت کل صبح میری فوج کا کوچ ہو گا۔میری دلی تمنا ہے کہ کل آپ کی زیارت کر کے کوچ کروں۔ فقیر نے کہا آپ بادشاہ ہیں سلطنت اور فوج کے کاروبار آپ کو بہت ہیں آپ تکلیف نہ فرمائیں۔کل صبح میں خود ہی حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔آخر بادشاہ تو اقرار کرا کر چلا گیا اور فقیر نے اپنی وہی پرانی خنجری بغل میں دبائی اور صبح ہوتے ہی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بادشاہ کو خبر ہوئی تو تخت سے اتر کر اس کے استقبال کو آیا اور ساتھ لے جا کر تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔فقیر جو دراصل بہروپیا تھا۔دعائے ترقی و سلطنت اور جان و ایمان دے کر عرض کرنے لگا کہ حضور میں وہی بہروپیا ہوں جس نے حضور کو دھوکا دینے کا وعدہ کیا تھا۔سو اب دھوکا پورا ہو چکا کیونکہ آپ مجھے نہیں پہچان سکے۔اور بغل میں سے وہی خنجری نکال کر بجانے لگا۔بعد ازاں وہی دستاویز دکھا کر کہا حضور اپنا وعدہ پورا کریں۔

بادشاہ تخت پر جا بیٹھا اور اس بہروپیے سے کہا کہ بے شک تو مجھے دھوکا دے چکا اور میں تجھے نہیں پہچان سکا۔مگر ایک بات بتا کہ جب میں تیرے پاس سات گاؤں کی معافی کا پٹہ اور دو ہزار اشرفیاں جو نسلاً بعد نسل تیرے اور تیری اولاد کے کام آتیں اور یہ دس ہزار روپیہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں لے کر گیا تو وہ تو نے کیوں منظور نہ کیا۔حالانکہ نہ میں نے تجھے پہچانا تھا اور نہ تیرے پاس کسی کو تفتیش حالات کے واسطے آنا تھا تو مدت العمر چین سے زندگی بسر کرتا پھر کونسا امر تجھے مانع ہوا۔اس نے کہا حضور سچ تو یہ ہے کہ جس پاک گروہ کی نقل کر کے میں نے حضور کو دھوکہ دیا ہے۔ان کو اس سے سخت نفرت تھی اگر میں آپ سے وہ اشرفیاں اور پٹہ لے لیتا تو اس پاک گروہ پر دھبہ لگتا اور نقل میں غلطی اور جھوٹ ہوتا اور میدان قیامت میں مجھے شرمندگی ہوتی کہ ارواح طیبہ اولیاء کی فرماتیں کہ نالائق کیا ہم ایسے ہی تھے جیسی تو نے نقل اتاری ہے۔ہم تارکِ دنیا تھے ،تو نے ہمیں

طالبِ دنیا بنایا ہے۔ اس لئے دس ہزار روپیہ پر اکتفا کیا اور اتنی بڑی جائیداد اور سونا ترک کیا۔ میں نے نقل صحیح صحیح اتار دی ہے اس میں کوئی غلطی نہیں ہونے دی۔ اب آپ جو یہ روپیہ مجھے دیں گے وہ میں نے نقل صحیح کر کے لیا ہے۔ اور یہ میرے واسطے حلال ہے۔

عالمگیر نے اس کو اٹھ کر چھاتی سے لگایا اور کہا شاباش ہے کہ تو نے نقل اتارنے میں ان بزرگوں کی تعظیم کا اتنا خیال تو رکھا اور دھبہ نہیں لگنے دیا۔

فائدہ

اگر کوئی نقل اولیاء کی کرے تو چاہیے کہ صحیح صحیح کرے۔ جس سے اولیاء کرام کی کسی طرح کی تہمت اور مذمت نہ ہو۔ اس پاک گروہ کے ادب کا خیال رکھے۔ تاہم امید نفع کی ہے کہ جس کی شباہت کی ہے۔ جس کا اثر اس مشابہت کرنے والے میں بھی آئے ورنہ وبال جان ہے۔

مامون الرشید اور بدو

ایک بدو مامون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں اعرابی ہوں۔ مامون نے جواب دیا ''یہ کوئی حیرت کی بات تو نہیں'' بدو بولا۔ میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ تو روکا کس نے'' لیکن میرے پاس راہ کا خرچہ نہیں ہے۔'' تب تو تم پر حج واجب ہی نہیں رہا۔ بدو یہ جواب سن کر زچ ہو گیا اور بولا۔ امیر المومنین میں آپ کے پاس فتویٰ نہیں امداد طلب کرنے آیا ہوں۔ اس بے ساختہ جواب پر مامون کی ہنسی چھوٹ گئی اور اس نے امداد کا حکم جاری کر دیا۔

بادشاھی کی قیمت ایک پانی کا پیالہ

حضرت بایزید بسطامی سے ہارون رشید کی ملاقات ہوئی۔ عباسی خلیفہ بہت خوش ہوا ہارون رشید کو معلوم تھا کہ حضرت بایزید بسطامی بے غرض، بے لوث اور طمع و حرص سے پاک ہیں، عقیدت مندانہ سوال کیا۔ بایزید! تم بتا سکتے ہو کہ میری سلطنت کی کیا قیمت ہے؟ بایزید مسکرائے اور جواب دیا ''تمہاری عظیم الشان سلطنت کی وہی قیمت ہے جو پیالے بھر پانی کی قیمت ہو سکتی ہے۔

ہارون رشید نے تعجب سے دریافت کیا۔ ''وہ کس طرح؟ ذرا اس کی وضاحت تو فرمائیں!''

حضرت بایزید نے جواب دیا ہارون! تھوڑی دیر کے لئے تم اپنے آپ کو ایک ایسے ریگستان میں موجود تصور کر لو جہاں میلوں پانی کا نام و نشان تک نہ ہو، وہاں تم پر پیاس غلبہ کرے اور پانی تک پہنچنے کے جملہ وسائل سے تم محروم ہو شدتِ پیاس

سے تمہاری زبان ہونٹوں سے باہر آ چکی ہو ایسے میں ایک بدو پانی کا ایک پیالہ لے کر نمودار ہو اور وہ پیالہ اس شرط پر تمہیں دینے کو تیار ہو کہ تم اس کے بدلے میں اپنی پوری سلطنت بدو کو دیدو بتاؤ تم کیا کرو گے۔ ہارون نے کہا کہ وہ پانی کا پیالہ ضرور حاصل کرونگا۔ بایزید نے مسکرا کر فرمایا کہ گویا وہ پیالہ تیری سلطنت سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہارون نے گردن جھکا کر کہا بیشک وہ پیالہ زیادہ قیمتی ہے۔

مو دھو آیا

مرزا کامران والی قندھار (ہمایوں بادشاہ کا بھائی) جب اپنے بھائی سے شکست کھا کر ہندوستان میں شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ کے پاس آیا۔ تو پٹھان لوگ اس کو دربار میں آتا دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ مو دھو آیا۔ مرزا کو اس سے بہت شرم آتی۔ ایک دن اس نے سلیم شاہ کے روبرو اس کے ایک مصاحب سے پوچھا کہ مو دھو کرامی گویند۔ اس نے کہا۔ مرد عظیم الشان کو کہتے ہیں۔ تو مرزا نے کہا۔

پس سلیم شاہ خوش مو دھو است

سلیم شاہ نے شرمندہ ہو کر منع کر دیا کہ پھر کوئی یہ لفظ نہ کہے۔

مامون الرشید کی فراست

خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا مامون امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا اور اس کے پاس پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا مامون ابھی نوعمر ہی تھا امام کسائی کی عادت یہ تھی کہ وہ مامون کی قرأت سنا کرتا تھا اگر وہ صحیح پڑھتا تھا تو وہ گردن ہلاتا رہتا تھا اور اگر پڑھنے میں کہیں غلطی کرتا تھا تو سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگتا تھا مامون خود ہی اپنی غلطی محسوس کر لیتا تھا اور پھر اسے ٹھیک کر لیتا تھا۔ ایک روز مامون نے سورہ صف کی یہ آیت پڑھی۔ لم تقولون ما لا تفعلون یعنی اے مسلمانوں ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جنہیں پورا نہیں کرتے۔ یہ آیت سن کر کسائی نے سر اٹھایا اور مامون کو دیکھنے لگا مامون نے دوبارہ یہ آیت پڑھی اور اسی طرح پڑھی، کیونکہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ کسائی خاموش ہو گیا۔ تعلیم کے بعد مامون اپنے باپ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ اے امیر المومنین آپ نے کسائی سے کوئی وعدہ کیا تھا اور وہ آپ کو یاد دلاتے ہوئے شرماتے ہیں۔ ہارون نے کہا ہاں کسائی نے مجھ سے قرأت کے بارے میں مدد چاہی تھی۔ میں نے وعدہ کر لیا تھا کیا تم سے کسائی نے کچھ کہا تھا۔ مامون نے کہا نہیں تو، خلیفہ نے پوچھا پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ مامون نے آیت والا سارا ماجرا سنا دیا۔ خلیفہ اپنے بیٹے کی ذکاوت اور ذہانت کی وجہ سے بہت خوش ہوا۔

حقیقی باد شاہ

ایک بزرگ پاؤں پسارے بیٹھے تھے کہ وقت کا بادشاہ مع وزیر وہاں سے گذرا وہ بزرگ بدستور پاؤں پسارے بیٹھے رہے۔وزیر نے کہا حضرت پیر پسارنا کب سے سیکھا ہے۔فرمایا جب سے دنیا سے ہاتھ سمیٹ لیا ہے۔پھر وزیر نے کہا کہ یہ بادشاہ ہیں انکی تعظیم کرنی چاہیئے۔فرمایا بادشاہ تمہارے لئے ہے میرے تو غلام کا غلام ہے۔وزیر نے پوچھا وہ کیسے فرمایا کہ باد شاہ ہوا و ہوس کا غلام ہے اور ہوا و ہوس میری غلام ہے لہٰذا یہ میرے غلام کا غلام ہوا۔

فائدہ

واقعی اللہ والوں کا طریقہ یہی ہے کہ ہوا و ہوس انکی غلام ہے اور ہم ہوا و ہوس کے غلام ہیں۔

سلطان حیدر علی

والی میسور سلطان حیدر علی ناخواندہ مگر اس قدر مردم شناس تھا کہ ایک مرتبہ نظام حیدرآباد کے سفیر کی موجودگی میں اس نے حسب معمول ''ح'' کو گھیرے کے ساتھ لکھ دیا۔یہی اس کے ہر دستاویز پر دستخط تھے۔اس پر سفیر مسکرایا۔حیدر علی نے اس کی مسکراہٹ دیکھ لی اور کہا۔

''تو نے خدا کی بخشش کا مذاق اُڑایا ہے۔تو نے یہ خیال کیا کہ دیکھو، یہ اَن پڑھ ہے مگر سلطنت کا مالک ہے۔جان لے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مملکت عطا کرتا ہے۔جہاں تک میرے اَن پڑھ ہونے کا تعلق ہے تو اس میں خفت کی بھلا کون سی بات ہے؟ میرے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ بھی تو اُمی تھے۔''

حیدر علی اَن پڑھ ہونے کی باوجود بیرونی حکمرانوں کے ساتھ اپنی خط کتابت خود لکھایا کرتا تھا۔میسور میں تعینات جرمن کمشنر ڈاکٹر سوارٹس لکھتا ہے کہ حیدر علی بیک وقت دس دس سیکریٹریوں کو مختلف موضوعات پر عبارت لکھاتا۔خطوط مکمل ہونے کے بعد سیکرٹریوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنی اپنی تحریریں چھوڑ کر چلے جائیں اور اس کے بعد اپنے ایک نہایت ہی معتبر میر منشی کو بلا کر وہ خطوط باری باری پڑھواتا۔جو کچھ اس نے لکھایا ہوتا اس سے اگر سر مو فرق ہوتا تو سیکرٹری سے باز پرس کرتا۔

ہر چھٹا امیر معزول یا مقتول

علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب حیٰوۃ الحیوان میں اسلامی تاریخ کا ایک عجیب لطیفہ تحریر فرمایا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ہر چھٹا امیر معزول یا مقتول ہوا ہے۔پھر اسے ثابت کرنے کے لئے صدیوں تک کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔خلافت کی ترتیبِ حسب ذیل رہی ہے۔

(۱) مسلمانوں کے سب سے پہلے امیر رسول اکرم ﷺ تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۵) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بعد چھٹے خلیفہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ وہ معزول ہوئے ہیں۔ پھر خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی ہے۔

فائدہ

خلافت سے مراد مطلق جانشینی ہے۔ اچھی ہو یا بری نہ وہ خلافت جو شیعوں نے سمجھ رکھی ہے۔ تفصیل فی المطولات میں ہے۔

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (۲) یزید بن معاویہ (۳) معاویہ بن یزید (۴) مروان بن حکم (۵) عبدالملک بن مروان

(۶) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ چھٹے امیر تھے اور قتل کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی کہ۔

(۱) ولید بن عبدالملک (۲) سلیمان بن عبدالملک (۳) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (۴) یزید بن عبدالملک (۵) ہشام بن عبدالملک (۶) ولید بن یزید بن عبدالملک یہ چھٹا امیر تھا، چنانچہ اسے معزول کیا گیا، کیونکہ یہ بڑا فاسق و فاجر تھا۔

اس کے بعد خلفاء کی ترتیب اس طرح رہی کہ:

(۱) یزید بن ولید بن عبدالملک (۲) ابراہیم بن ولید (۳) مروان بن محمد، اس کے بعد خلافت بنو امیہ ختم ہوگئی ان کے لئے مندرجہ بالا تاریخی اصول کا عمل ظاہر نہ ہو سکا، کیونکہ ولید بن یزید کے بعد صرف تین خلفاء ہوئے۔ اور خلافت بنو عباس قائم ہوئی۔ اس میں بھی یہ اصول اپنا عمل دکھاتا ہے۔

خلافت عباسیہ

انکی ترتیب حسب ذیل ہے۔ (۱) سفاح (۲) ابوجعفر منصور (۳) محمد مہدی (۴) موسیٰ الہادی (۵) ہارون الرشید (۶) محمد امین بن ہارون الرشید یہ چھٹا خلیفہ تھا لہٰذا مامون رشید کے ہاتھوں معزول اور مقتول ہوا۔ اس کے بعد ترتیب اس طرح رہی۔

(۱) مامون الرشید (۲) ابراہیم المعتصم (۳) واثق باللہ (۴) جعفر المتوکل (۵) محمد المنتصر باللہ (۶) احمد المستعین باللہ یہ چھٹا تھا لہٰذا معزول اور مقتول ہوا۔

اس کے بعد حسب ذیل خلفاء آئے:

(۱) محمد المعتز باللہ (۲) جعفر المہتدی باللہ (۳) احمد المعتمد علی اللہ (۴) احمد المعتضد باللہ (۵) علی المکتفی باللہ (۶) جعفر المقتدر باللہ۔ یہ چھٹا ہے چنانچہ اسے دو مرتبہ معزول کیا گیا اس کے بعد مندرجہ ذیل امراء آئے:

(۱) عبداللہ بن معتز المرتضٰی باللہ (۲) محمد القاصر باللہ (۳) احمد الراضی باللہ (۴) ابراہیم المتقی باللہ (۵) عبداللہ المتکفی باللہ (۶) ابوالفضل المطیع اللہ۔ یہ چھٹا ہے چنانچہ معزول ہوا۔ اس کے بعد ترتیب اس طرح ہے:

(۱) احمد القادر باللہ (۲) عبداللہ القائم بامراللہ (۳) المقتدی بامراللہ (۴) مستظہر باللہ (۵) مسترشد اللہ (۶) جعفر الراشد باللہ۔ یہ چھٹا ہے چنانچہ معزول ہوا۔ پھر ترتیب یوں ہے:

(۱) المقتفی لامراللہ (۲) مستنجد باللہ (۳) مستفئی بنوراللہ (۴) الناصر الدین اللہ (۵) الظاہر بامراللہ (۶) مستعصم باللہ یہ چھٹا ہے لہٰذا معزول اور مقتول ہوا۔ پھر ترتیب اس طرح رہی:

(۱) مستنصر باللہ (۲) حاکم بامراللہ (۳) مستکفی باللہ (۴) حاکم بامراللہ بن المستکفی باللہ (۵) معتضد بامراللہ (۶) معتضد علی اللہ ان کے بعد خلافت عباسیہ چھ خلفاء تک نہیں چل سکی۔

فاطمی خلفاء

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کے فاطمی خلفاء میں بھی یہی اصول بیان کیا ہے۔ ان کی ترتیب یہ ہے۔ (۱) مہد (۲) قائم (۳) منصور (۴) معز (۵) عزیز (۶) حاکم یہ اپنی بہن کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

پھر (۱) ظاہر (۲) مستنصر (۳) مستعلی (۴) آمر (۵) حافظ (۶) ظافر یہ چھٹے تھے اور معزول ہوئے۔

پھر (۱) فائز (۲) عاضد یہاں یہ خلافت بھی ختم ہوگئی۔

ایوبی خلفاء

ایوبی خلفاء میں بھی یہ اصول عمل دکھا تا رہا ہے۔ ان کی ترتیب حسب ذیل ہے (۱) صلاح الدین ایوبی (۲) عزیز (۳) افضل (۴) العادل الکبیر (۵) کامل (۶) العاالصغیر دل یہ چھٹے تھے چنانچہ معزول ہوئے۔ آگے چھ خلفاء تک تعداد نہیں پہونچ سکی۔

ترکی خلفاء

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی خلفاء میں بھی یہ اصول ثابت کیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان ص ۴۴ تا ۹۶)

پاگل بادشاہ

جب مصر پر ہارون الرشید کی حکومت قائم ہوگئی تو اس نے کہا کہ میں اس سرکش انسان (فرعون) کے برعکس، جس نے صرف

ملک مصر کی بادشاہت پانے کے بعد خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا میں یہ اپنے ایک ادنیٰ ترین غلام کو دوں گا۔ چنانچہ اس نے اپنے خضیب نامی غلام کو ملک مصر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی عقل اور سمجھ بوجھ اتنی تھی کہ ایک دفعہ مصر کے کاشتکاروں کی ایک جماعت نے خضیب سے شکایت کی کہ ہم نے دریائے نیل کے کنارے کپاس بوئی تھی۔ لیکن بے موسم بارش سے تباہ ہوگئی ہے۔ تو اس نے کہا کہ تمہیں کپاس کے بجائے اون بونی چاہیئے تھی تا کہ وہ تباہ نہ ہوتی ایک بزرگ نے یہ بات سنی تو کہا۔

اگر روزی بدانش برفزودے ☆ زناداں تنگ تر روزی نبودے

ناداں آں چناں روزی رساند ☆ کہ دانا اندراں حیراں بماند

اگر روزی عقل کی وجہ سے بڑھتی تو بے وقوف سے بڑھ کر کوئی تنگدست نہ ہوتا، بے وقوف کو وہ اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ دانا اس میں حیران رہ جاتا ہے۔

شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بخت اور دولت ہنر مندی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو محض آسمانی ہی ہوتی ہے۔ (بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ) کیمیا گر رنج میں غصہ سے مر گیا۔ اور بے وقوف نے خزانہ پالیا۔ دنیا میں یہ بہت مرتبہ ہوا ہے کہ بے تمیز صاحبِ مرتبہ اور عقل مند ذلیل۔

(گلستان شیخ سعدی قدس سرہ)

پاگل

مولانا رومی نے لکھا ہے کہ لوگ ایک میت کو قبرستان کی طرف لے جارہے تھے۔ اور اس میت کی ماں ساتھ ساتھ روتی اور یہ کہتی ہوئی چلی جارہی تھی۔ بیٹا! تم وہاں چلے جہاں نہ کوئی میز نہ کرسی۔ تم وہاں چلے جہاں نہ کوئی چٹائی نہ چار پائی۔ بیٹا تم وہاں چلے جہاں نہ بتّی نہ دِیا۔

ایک غریب آدمی اور اس کا بیٹا پاس سے گزرے تو اس غریب کے بیٹے نے یہ باتیں سنیں۔ تو اپنے ابا سے کہنے لگا۔ ''ابا جان! جلدی گھر چل کر دروازہ بند کر لیجئے۔ یہ میت ہمارے ہی گھر جارہی ہے۔ کیونکہ اس کی ماں جو نقشہ بیان کر رہی ہے وہ سب نقشہ ہمارے ہی گھر کا ہے۔

فائدہ

ماں کی مراد تو یہ تھی کہ بیٹا تم قبر میں جارہے ہو۔ جہاں نہ میز ہے نہ کرسی۔ نہ چٹائی نہ چار پائی اور نہ بتی ہے نہ دیا۔ مگر غریب کے بیٹے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ہمارے گھر جارہے ہیں۔ کیونکہ ماں کا بیان کردہ نقشہ سب ہمارے گھر سے ملتا جلتا ہے۔

ہمارے ہی گھر میں میز ہے نہ کرسی۔ نہ چٹائی نہ چارپائی۔ نہ بتّی نہ دیا۔

نواب سعد اللہ خان

ایک دفعہ شاہ ایران نے مغل بادشاہ شاہ جہاں کو ایک خط تحریر کیا جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ شاہ جہاں تو بادشاہ صرف ہندوستان کا ہے لیکن خود کو شہنشاہ کیوں قرار دیا ہے۔ اس پر شاہ جہاں نے مختلف درباری وزیروں سے جواب لکھنے کو کہا لیکن کسی کا جواب بھی شاہ جہاں کو پسند نہیں آیا۔ آخر اس زمانہ کے رواج کے مطابق عام اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص چاہے دربار شاہی میں حاضر ہو کر اپنے جواب سے بادشاہ کو آگاہ کر سکتا ہے۔ اسے انعام سے بھی نوازا جائے گا۔ لہٰذا سعد اللہ خان نے بھی قسمت آزمانے کے لئے دربار میں حاضر ہو کر شاہ ایران کے دعویٰ کا یہ جواب تحریر کیا کہ شہنشاہ اور شاہ جہاں اور ہند کے اعداد ایک ہی ہیں لہٰذا شاہ جہاں شہنشاہ ہند کہلانے کے مستحق ہیں۔

بادشاہ بڑا خوش ہوا۔ اور بادشاہ نے سعد اللہ خان کو اپنے شاہی مرغ خانہ کا انچارج بنا دیا۔ تو سعد اللہ خاں نے مرغیوں کی خوراک پر جو ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا۔ اسے بچانے کے لئے شاہی باورچی خانہ میں کھانے تیار کرنے کے لئے جو دیگیں استعمال ہوتی تھیں اور ان کے منہ پر جو آٹا دم دینے کے لئے استعمال ہوتا تھا اسے ضائع کرنے کی بجائے مرغیوں کی خوراک کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یوں ہزاروں روپیہ کی شاہی خزانہ کو سالانہ بچت ہوگئی۔ جب شاہجہاں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوا اور سعد اللہ خان کو شاہی لائبریری کا انچارج بنا دیا تو سعد اللہ خان نے پہلی بار شاہی لائبریری کو حروف ابجد کے حساب سے ترتیب دے کر لائبریری کا ایک نیا نظام رائج کر دیا۔ اس نظام سے چند سیکنڈ کے اندر ہی اپنی مطلوبہ کتاب مل جاتی تھی یہ نظام آج تک جدید دنیا میں بھی چلا آ رہا ہے۔ اس کی پے در پے اعلیٰ خدمات کی بدولت سعد اللہ خان وزیر کے درجہ پر پہنچ گیا جسکی مزید تفصیل آتی ہے۔

تعارف نواب سعد اللہ خاں مرحوم

جھنگ کے نزدیک ایک گاؤں پترا کی میں ایک غریب کسان ماں باپ کے ہاں پیدا ہوئے۔ خدا نے بلا کی ذہانت اور قابلیت بخشی تھی۔ تحصیل علم ہی کے دوران شہرت پالی اور انہیں مغل دربار دہلی میں طلب کر لیا گیا۔ شاہ جہاں نے انہیں شاہی لائبریری کا ناظم مقرر کر دیا۔ ان کی صلاحیت سے خوش ہو کر انہیں شاہی مطبخ کا اعلیٰ منصرم بنا دیا اور پھر ان کی مزید شاندار خدمات سے خوش ہو کر انہیں فوج کا جرنیل بنا دیا اور دس ہزاری کا منصب دے دیا۔ یعنی دس ہزار فوج کی نفری کا کمانڈر بنا دیا۔

ایک دن شہنشاہ فوج کی پریڈ دیکھنے گئے اور چاق و چوبند فوج اور اس کے پریڈ کے بعد اس کے عسکری اور حربی

مظاہروں سے اتنے خوش ہوئے کہ سعد اللہ خاں کو زور سے آواز دے کر بلایا۔ سعد اللہ خاں اور شہنشاہ کے درمیان کوئی ڈیڑھ گز چوڑا برساتی نالہ تھا۔ سعد اللہ خان نے شہنشاہ کے سامنے حاضر ہو کر سر جھکا کر دیا۔ شہنشاہ اس قدر خوش ہوئے کہ انہیں وہیں ترقی دے کر افواج کا سپہ سالار (کمانڈر انچیف) مقرر کر دیا۔ نواب سعد اللہ خاں نے تعظیم سے سر جھکا کر شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا اور پھر اباؤٹ ٹرن ہو کر جب اپنے دستے کی طرف جانے لگے تو حکم ہوا نالے پر تختہ رکھ کر ان کے لئے پل بنایا جائے۔ درباریوں میں سعد اللہ خاں کے کچھ حاسد بھی موجود تھے انہوں نے جھٹ شاہجہاں کے کان بھرے کہ دیکھئے حضور اس شخص میں کتنا غرور اور تکبر ہے کہ محض دس ہزاری فوج کا افسر تھا تو حضور کی آواز پر نالہ چھلانگ سے پھاند کر آیا اور اب حضور نے افواج کا سپہ سالار بنا دیا ہے۔ تو نالے پر عارضی پل قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

شہنشاہ نے سعد اللہ خاں کو پکارا، جواب طلب کیا کہ معمولی جرنیل کی حیثیت سے وہ نالہ پھاند کر حاضر ہوا تھا اور سپہ سالار بن جانے کے بعد نالے پر پل بنانے کا حکم دے رہا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب ملا۔ اے جہاں پناہ ! حضور کی پہلی آواز پر میں نے جب اس نالے کو ایک چھلانگ میں پار کیا تھا تو میرے کندھوں پر صرف دس ہزاری فوج کی ذمہ داری کا بوجھ تھا اور حضور کی بندہ نوازی سے سپہ سالار بننے کے بعد میرے کندھوں پر اتنا بھاری بوجھ پڑ گیا کہ اب میں اتنی لمبی چھلانگ نہیں لگا سکتا۔ شہنشاہ عش عش کر اٹھے۔ حاسد درباریوں کے چہرے اتر گئے اور نواب سعد اللہ خاں جلدی وزارتِ عظمیٰ کے عہدے پر مامور کر دیئے گئے۔

اورنگ زیب

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مجدد الف ثانی کا پیرو تھا اور ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں اس کی شخصیت اور پالیسی برِصغیر میں اسلامی قومیت کی نشوونما کا نقطہ آغاز تھی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام غیر شرعی رسوم حکماً بند کرا دیں۔ ویدانت زدہ تصوف کے پرچارکوں اور متحدہ قومیت کے علمبرداروں سے اس کا تصادم لازمی تھا۔ اسی اختلاف کے نتیجے میں سرمد قتل ہوا۔

سرمد یہودی سے مسلمان ہوا تھا اور ایرانی علماء فضلا سے فلسفہ و حکمت کی تکمیل کے بعد تجارت کی غرض سے ہندوستان آیا۔ بدقسمتی سے وہ ٹھٹھہ کے ایک ہندو بچے ابھے چند کے عشق میں دیوانہ ہو گیا اور عقل و ہوش کے علاوہ دین و ایمان بھی لٹا بیٹھا۔ شاہجہان آباد پہنچا تو دارا کی مصاحبت نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے جذب و مستی اور برہنگی کو ولایت سے تعبیر کرنے لگے۔ شاہجہان کو خبر پہنچی تو اس نے تحقیق احوال کے لئے عنایت خاں آشنا کو بھیجا۔ اس نے واپس آ کر سرمد کے متعلق رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا ۔

کشفے کہ ظاہر است از و کشف عورت است

(برہنہ سرمد کے متعلق کرامات دکھانے کا دعویٰ محض تہمت یعنی جھوٹا ہے۔ اس کا کشف تو ایک عام عورت کا کشف ہے)

ان حالات میں اورنگ زیب تخت نشین ہوا۔ وہ ایسی بے قاعدگی اور غیر شرعی حرکات کیسے برداشت کر سکتا تھا؟ اس نے ملّا عبدالقوی کے ذریعے سرمد کو کپڑے پہننے کی تلقین کی لیکن بے سود۔

سرمد کے اس شعر پر بھی اعتراض ہوا کہ اس سے معراج کا انکار ثابت ہوتا ہے۔

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد (ﷺ)

سرمد گوید فلک نہ احمد شد

(ملا کہتا ہے کہ احمد مجتبیٰ ﷺ آسمانوں پر گئے۔ سرمد کہتا ہے کہ نو آسمان احمد ﷺ میں سما گئے)

آخر کار شہنشاہ نے اسے دربار میں طلب کر کے اس سے کلمہ پڑھوایا۔ سرمد نے کلمہ صرف لا الہ تک پڑھا۔ یہ کلمہ نفی ہے۔ علماء سے رائے لی گئی تو انہوں نے کہا کہ فقط لا الہ کہنا کلمہ کفر ہے۔ سرمد اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ واجب القتل ہے۔ سرمد نے توبہ نہ کی۔ چنانچہ اورنگ زیب اسے قتل کروا دینے پر مجبور ہوگیا۔

حکیم اجمل خاں دھلوی کی حکمت

امروز لاہور کی ہفت روزہ اشاعت مورخہ ۱۲ اگست ۶۹ء صفحہ ۷ میں

''زندہ انسانوں کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیا جاتا ہے''

کے عنوان سے حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کا ایک واقعہ لکھا ہے جو یہ ہے:

مسیح الملک اجمل خان ایک روز اپنے مطب میں بیٹھے تھے انہیں یہ خبر پہنچی کہ آپ کے محلے کا قصاب جو کئی روز سے بیمار تھا۔ آج فوت ہو چکا ہے۔ اجمل خاں نے مسکراتے ہوئے اپنے ملازم کو فرمایا کہ یہ قصاب زندہ ہے۔ اس کے گھر جا کر کہہ دو کہ ماتم اور گریہ زاری بند کر دیں۔ میں ابھی دوائی لے کر پہنچ رہا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد مسیح الملک قصاب کے گھر پہنچے اور اس کے منہ میں چند قطرے دوائی ٹپکا کر اسے اوندھا ڈال دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے منہ سے زرد رنگ کا پانی بہنا شروع ہوا اور بعد میں گہرے سیاہ رنگ کا کثیر مواد اسکے منہ سے خارج ہوا اور ناک کے نتھنوں سے سیاہ رنگ کے خون کا سیلاب شروع ہو گیا۔ دس پندرہ منٹ کے بعد مریض سانس لینے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ کہاں ہائے ہائے اور کہاں واہ واہ۔ محفلِ ماتم خوشیوں میں تبدیل ہو گئی۔

مسیح الملک نے فرمایا۔ یہ بد بخت قصاب موٹا ہونے کے باعث پیشاب و پاخانہ پھرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا۔ پیشاب کے

قطرے اس کے پاؤں اور پنڈلیوں پر اکثر گرتے تھے۔ درحقیقت اس مرض کی سب سے بڑی وجہ پیشاب کے قطرات کا جسم پر گرنا ہے۔ مسیح الملک نے فرمایا کہ ایسے لوگ ہمیشہ اس مرض کا شکار ہو کر زندہ درگور کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن بند قبر سے چھٹکارا ملنا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔

اختیار

ایک شخص ایک باغ میں گھس کر مالک کے سامنے ہی انگور توڑ کر کھانے لگا۔ مالک نے کہا۔ میاں یہ کیا حرکت ہے نہ اجازت لی نہ قیمت دی اور میرے باغ میں لگے تصرف کرنے۔ وہ کہنے لگا پس خاموش رہو۔ باغ خدا کا پھل بھی خدا کا اور جو کرتا ہے وہ کرتا بھی خدا ہی ہے۔ پھر میرا اس میں کون سا قصور ہے مالک باغ بڑا ہشیار تھا۔ اس نے اپنے غلام کو آواز دی کہ ایک رسی اور ایک ڈنڈا لانا۔ غرض دونوں نے مل کر اس چور کو رسی میں باندھ لیا۔ اور ڈنڈا چلانا شروع کیا۔ اب چور لگا چلّا نے مالکِ باغ نے کہا کہ رسّا بھی خدا کا ڈنڈا بھی خدا کا میں بھی خدا کا تو بھی خدا کا اور جو کرتا ہے کرتا بھی خدا ہی ہے۔ پھر تو چلّا تا کیوں ہے۔ چور کی سمجھ میں مسئلہ آ گیا اور کہنے لگا۔

گفت توبہ کردم از جبر اے عیار ☆ اختیار است اختیار است اختیار

سبق

برے کام کا فاعل بندہ خود ہے اور وہ اپنے اختیار سے ارتکابِ جرم کرتا ہے لہٰذا وہ سزا کا مستوجب ہے۔

تین سوالوں کا ایک ہی جواب

ایک فلسفی نے ایک مجذوب بزرگ سے سوال کیا کہ کیوں سائیں جی! خدا جب نظر نہیں آتا تو پھر تم لوگ ''اشھد'' کہہ کر اسکی گواہی کیوں دیتے ہو؟ اور جب ہر کام اللہ ہی کرتا ہے تو پھر بندہ مجرم کیوں ہے؟ اور قرآن میں جو شیطان کو آگ سے بنا ہوا بتایا گیا ہے اگر یہ صحیح ہے پھر شیطان کو دوزخ میں ڈالنے سے اس کا کیا بگڑے گا۔ آگ آگ کو تکلیف کیسے دے سکتی ہے۔ سائیں صاحب نے اِن تینوں سوالات کے جواب میں ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور کھینچ کر اس فلسفی کے سر پر دے مارا۔ فلسفی کا سر پھٹ گیا اور وہ سیدھا عدالت میں گیا۔ اور سائیں پر مقدمہ دائر کر دیا۔ سائیں صاحب عدالت میں بلائے گئے۔ اور قاضی صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے اس کو ڈھیلا کیوں مارا؟ تو وہ بولے یہ اس کے تینوں سوالات کا ایک ہی جواب تھا۔ قاضی نے پوچھا یہ جواب کیسے ہوا! تو سائیں صاحب بولے اس فلسفی سے پوچھیئے کہ ڈھیلا لگنے سے کیا تمہیں تکلیف ہوئی؟ فلسفی جھٹ بولا یقیناً ہوئی اور سخت ہوئی۔ سائیں صاحب نے پوچھا مگر وہ تکلیف تمہیں نظر بھی آئی۔ فلسفی نے

کہا۔نظر نہیں آئی مگر محسوس تو ہوئی ۔ سائیں صاحب نے کہا۔بس یہ تمہارے پہلے سوال کا جواب تھا۔ کہ خدا نظر نہیں آتا مگر معلوم تو ہے۔ دوسرے سوال کا جواب اس طرح ہے کہ جو کرتا ہے خدا۔تو پھر مجھ پر دعویٰ کیوں دائر کردیا؟ ڈھیلا بھی اسی نے مارا ہے۔اس سے پوچھو تیسرے سوال کا جواب اس طرح ہے کہ یہ فلسفی بھی مٹی کا بنا ہوا ہے۔اور ڈھیلا بھی مٹی ہی کا تھا تو جس طرح مٹی نے مٹی کو تکلیف پہنچائی اور مجروح کردیا ہے اسی طرح آگ بھی آگ کو تکلیف دے سکے گی۔فلسفی جھٹ بول پڑا کہ تینوں مسئلے میری سمجھ میں آ گئے اور میں اپنا دعویٰ واپس لیتا ہوں۔

فائدہ

ثابت ہوا کہ عقل بعض اوقات گمراہی کا باعث بھی بن جاتی ہے اس لئے اس پر اعتماد نہ چاہیئے ۔

جواب با صواب

حضرت امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ " وقفت امر اۃ قبیحۃ علی عطا رما جن فلما نظر الیھا قال "وا ذا الو حو ش حشرت فقالت وضر ب لنا مثلاً ونسی خلقہ" (الاذکیا)

ایک خاتون جس کی شکل وصورت اچھی نہ تھی ایک عطار کی دوکان پہ آئی تو اس نے حقارت سے کہا۔وا ذا الو حو ش حشرت اس آیت سے اسکے وحشی ہونے کا اشارہ کیا۔اس خاتون نے فوراً پڑھا وضر ب لنا مثلاً ونسی خلقہ ہمارے لئے مثال تو بتاتے ہیں لیکن خود اپنی خلق وصورت کو بھول جاتے ہیں۔شاید وہ عطار بھی صورت وشکل کے لحاظ سے صحیح نہ ہوگا۔

فائدہ

اسے کہتے ہیں جواب باصواب (واللہ تعالیٰ اعلم)

ایک حساب دان بڑھیا

ایک بڑھیا نے ایک بنئے سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنا کچھ روپیہ تجارت میں لگاؤں مگر اس بارہ میں مجھے ذرا بھی تجربہ نہیں اگر تم مجھے اپنے تجربہ سے فائدہ پہنچا سکو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ بنئے نے جواب دیا کہ تجارت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر اصل رقم نہ لی جائے تو ہر چھ ماہ کے بعد وہ گنی ہو جاتی ہے۔ بڑھیا نے پوچھا تمہاری تجارت اس قسم کی ہے۔؟ بنئے نے جواب دیا واقعی میرا کاروبار اسی قسم کا ہے۔یہی تو وجہ ہے کہ میں جو روپیہ لگاتا ہوں وہ ششماہی کے بعد دوگنا ہو جاتا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ میں نے تھوڑے عرصہ میں تین مکان بنا لئے ۔ دو لڑکیوں کا بیاہ کرلیا ہے۔اور میرا باپ جو قرض چھوڑ مرا تھا۔

وہ بھی سب بے باق کر دیا ہے۔ یہ سن کر بڑھیا نے اپنے دوپٹہ کے آنچل سے ایک ادھنی کھولی اور بنئے کے ہاتھ میں دیکر بولی۔ لوتم میری یہ ادھنی تجارت میں لگالینا۔ جب میں آؤں گی۔ اپنا حساب کر کے جو کچھ نکلتا ہوگا لے لوں گی۔

بڑھیا کی بات سن کر بنیا حیران ہو گیا۔ مگر رحم دل آدمی تھا اس نے بڑھیا کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی ادھنی اپنے حساب میں جمع کر لی۔

بارہ سال گزر گئے۔ بنیا بڑھیا کی ادھنی کا واقعہ قریب قریب بھول گیا تھا۔ یکا یک بڑھیا نے آکر کہا حساب کر دو۔ بنیا ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے بہتیرا یاد کیا۔ مگر یاد نہ آیا کہ اس بڑھیا کو کیا دینا ہے۔ جب اس نے ساری کہانی سنائی تب بنیا مان گیا کہ میں نے اپنے کاروبار میں تیری ادھنی لگا رکھی اور میں نے تجھ سے اقرار کیا تھا کہ تیری ادھنی ہر ششماہی کے بعد دوگنی ہوتی جائے گی۔

اس نے کہا بھئی میرا حساب کر دے اتنی عمر ہوگئی ہے۔ کون جانے کب دم نکلے۔ بنئے نے دو روپے نکال کر بڑھیا کے حوالے کئے اور کہا لے جا یہ تیری ادھنی ہے۔ مگر بڑھیا نے شور مچا دیا کہ ارے بنئے کچھ خدا کا خوف کر کیوں ظلم پر کمر باندھی ہے جو مجھ غریب عورت کا روپیہ دبانا چاہتا ہے۔

یہ سن کر آس پاس کے تمام دوکاندار جمع ہوگئے اور بولے کیوں کیا بات ہے۔ بڑھیا نے سارا واقعہ ان کو واضح طور بیان کر دیا اور کہا یہ بنیا میرا حساب نہیں کرتا۔ اور مجھے صرف دو روپے دیکر ٹالتا ہے۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ میرا پائی پائی حساب ہو اور جو کچھ اس کے ذمہ واجب ادا ہے پورے کا پورا ادا یا جائے۔

ایک دوکاندار نے بنئے سے کہا بڑھیا تو ٹھیک کہتی ہے تو حساب کیوں نہیں کرتا۔ بنئے نے کہا تو ہی قلم دوات لے کر بیٹھ جا۔ اسے حساب کر دے۔

بارہ سال کی چوبیس ششماہیاں ہوتی ہیں اس لئے اس بڑھیا کی ادھنی چوبیس دفعہ دگنی ہو جائے گی۔ بڑھیا بیٹا زندہ رہے۔ یہی تو میں چاہتی تھی بس بیٹھ کر حساب کر دو۔ حساب ہونے لگا۔ بڑھیا کی ادھنی بارہ سال کی ششماہی میں اس طرح بڑھتی گئی۔

پہلی ششماہی میں	ایک	آنہ ۔	دوسری ششماہی میں	دو	آنے
تیسری ششماہی میں	چار	آنے ۔	چوتھی ششماہی میں	آٹھ	آنے
پانچویں ششماہی میں	ایک	روپیہ ۔	چھٹی ششماہی میں	دو	روپے
ساتویں ششماہی میں	چار	روپے ۔	آٹھویں ششماہی میں	آٹھ	روپے

نویں ششماہی میں ۱۶ روپے۔	دسویں ششماہی میں ۳۲ روپے
گیارھویں ششماہی میں ۶۴ روپے۔	بارھویں ششماہی میں ۱۲۸ روپے
تیرھویں ششماہی میں ۲۵۶ روپے۔	چودھویں ششماہی میں ۵۱۲ روپے
پندرھویں ششماہی میں ۱۰۲۴ روپے۔	سولھویں ششماہی میں ۲۰۴۸ روپے
سترھویں ششماہی میں ۴۰۹۶ روپے۔	اٹھارھویں ششماہی میں ۸۱۹۲ روپے
انیسویں ششماہی میں ۱۶۳۸۴ روپے۔	بیسویں ششماہی میں ۳۲۷۶۸ روپے
اکیسویں ششماہی میں ۶۵۵۳۶ روپے	بائیسویں ششماہی میں ۱۳۱۰۷۲ روپے
تیئسویں ششماہی میں ۲۶۲۱۴۴ روپے۔	چوبیسویں ششماہی میں ۵۲۴۲۸۸ روپے

پس بڑھیا کو ایک ادھنی کے بدلے میں پانچ لاکھ چوبیس ہزار دو سو اٹھاسی روپے ملے۔

عجیب کمرہ

عہد جہانگیری میں حکیم جیلانی نے جو قانون شیخ الرئیس کا مشہور شارح اور دربارِ اکبری کا شاہی طبیب گزرا ہے آگرہ میں پانی کا ایک حوض تیار کرایا تھا۔ حوض کے نیچے ایک کمرہ بنایا گیا تھا جس میں دس بارہ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی کمرہ نہایت روشن، اور ہوادار تھا۔ کمرہ میں جانے کے لئے حوض کی تہ میں زینہ تھا۔ زینہ کے ذریعے کمرہ میں جاتے تھے۔ جس کے دالان میں خشک کپڑے رکھے ہوتے تھے۔ کمرے میں جانے والا بھیگے ہوئے کپڑے اتار کا خشک کپڑے پہن لیتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کمرہ میں پانی کا گذر ہوتا تھا مگر کپڑوں تک پانی کا اثر نہیں پہنچتا تھا ۱۰۱۶ھ میں جہانگیر نے اس کمرہ کے دیکھنے کی خواہش کی اور حسب قاعدہ حوض میں اتر کر مع مصاحبوں کے اس نادر روزگار کمرہ کی سیر کی اور حکیم کو دو ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

پالتو شیر

جہانگیر کے سامنے ۱۰۱۷ھ میں ایک شخص نے ایک شیر پیش کیا جسکو بچپن سے پرورش کیا تھا اور اس طرح ہو گیا تھا کہ آدمی پر حملہ نہ کرتا تھا۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ شیر کو آہنی پنجرے سے نکال کر میدان میں چھوڑ دیں۔ اور تین چار محافظ اس کی نگرانی کرتے رہیں۔ چنانچہ شیر کو چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح جہانگیر نے کچھ اور بھی شیر کے بچے پرورش کرنے کے بعد قلعہ آگرہ کے سامنے جمنا کے میدان میں روزانہ بغیر قید و زنجیر کے آزاد چھوڑ رکھے تھے۔ اور احتیاطاً ہر ایک شیر پر دو دو نگران متعین رہتے

تھے۔مگر کبھی کسی شیر نے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچایا۔مصنف ''اقبال نامہ جہانگیری'' نے چودہ ۱۴ شیر اس طرح پر کھلے ہوئے میدان میں پھرتے ہوئے دیکھ کر حیرت کا اظہا کیا ہے۔

عجیب وصیت

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی جن کی تعداد تین تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے جو ۱۷ گھوڑے ہیں وہ آپس میں اس طرح تقسیم کریں کہ بڑے لڑکے کو آدھے اور منجھلے کو آدھے کے دو تہائی اور سب سے چھوٹے لڑکے کو منجھلے لڑکے کے تہائی دیئے جائیں۔باپ تو یہ وصیت کر کے مر گیا۔لیکن لڑکے مشکل میں پڑ گئے۔اور بہت پریشان ہوئے آخر محلے کے قابل اور با اثر آدمیوں کو جمع کیا گیا۔اور صورت حال ان کے سامنے پیش کی گئی۔لیکن وہ اس وصیت کو حل کرنے میں ناکام رہے بالآخر یہ بات قاضی کے پاس پہنچ گئی۔قاضی صاحب نے تمام گھوڑے منگوائے اور ان کی گنتی کی تو وہ سترہ تھے قاضی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ میرے اصطبل سے میرا گھوڑا نکال لاؤ۔جب قاضی کا گھوڑا آیا تو گھوڑوں کی مجموعی تعداد اٹھارہ ۱۸ ہو گئی تب قاضی نے بڑے لڑکے کو آدھے یعنی ۹ دیئے اور منجھلے کو بڑے لڑکے سے دو تہائی یعنی چھ ۶ دیئے اور سب سے چھوٹے کو منجھلے کے تہائی یعنی دو ۲ دیئے اور حکم دیا کہ میرے گھوڑے کو اصطبل پہنچا دو۔اس طرح جو گھوڑے لڑکوں میں تقسیم کیئے گئے ان کی تعداد سترہ تھی۔یہ مسئلہ قاضی نے بڑی آسانی سے حل کر دیا اور لڑکے خوشی خوشی گھوڑے لے کر گھر روانہ ہو گئے۔

دل کا پردہ

ایک مولوی نے ایک بے حجاب خاتون سے فرمایا۔بی بی بے حجاب مت پھرا کرو۔بے حجاب خاتون بولی۔مولوی صاحب! پردہ دل کا چاہیئے۔یہ پردہ ہو یا نہ ہو ایک ہی بات ہے۔مولوی صاحب نے فرمایا تو پھر قمیض ساڑھی کی بھی کیا ضرورت ہے۔قمیض دل کی چاہیئے۔یہ قمیض ہو یا نہ ہو ایک ہی بات ہے،ساڑھی بھی دل کی چاہیئے یہ ساڑھی ہو یا نہ ہو ایک ہی بات ہے۔

نیچری و سنی

نیچری بے دین نے ایک مولوی صاحب سے کہا۔کیوں مولوی جی یہ فرقہ بندیاں آنحضرت کے زمانہ میں بھی تھیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا۔بلکہ آدم علیہ السلام کے وقت بھی تھیں۔نیچری نے کہا وہ کیسے؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ایک طرف جماعتِ ملائکہ تھی۔اور دوسری طرف شیطان تھا۔نیچری بولا۔مگر اس وقت اتنا شور نہ تھا جتنا اب ہے۔مولوی صاحب نے فرمایا۔اس وقت شیطان تنہا تھا۔اور اب آپ جیسے سینکڑوں اسکے ساتھی پیدا ہو گئے ہیں۔

سر خرو

ظہیر فاریابی قزل ارسلان بادشاہ کے مدحت گروں میں سے تھا۔اور داڑھی کو مہندی لگا تا تھا۔ایک دن بادشاہ نے اس سے کہا کہ اپنی سرخ داڑھی کیواسطے کوئی فی البدیہہ اشعار کہو۔جن کا آخری شعر حسن طلب پر مبنی ہو۔اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہے۔

واعظے بر فراز منبر گفت ! ☆ کہ چو پیدا شود سرائے نہفت

ریش ہائے سیاہ روزِ امید ☆ باشد اندر پناہ ریش سفید

باز ریش سفید را از گناہ ☆ بخشد ایزد بریشھائے سیاہ

مرد کے سرخ ریش حاضر بود ☆ دست در ریش زد چوں ایں شنید

گفت ما خود دریں شمار نہ ایم ☆ در دو گیتی ہیچ کار نہ ایم

بندہ آں سرخروئے مظلوم است ☆ کہ ز انعام شاہ محروم است

یعنی ایک واعظ نے منبر پر کہا کہ قیامت کے دن سیاہ داڑھیاں سفید داڑھیوں کی پناہ میں ہوں گی ۔اور سفید داڑھیوں کے گناہ خدا سیاہ داڑھیوں کے باعث بخش دے گا۔مجلس میں ایک سرخ داڑھی والا بھی بیٹھا تھا۔وہ اٹھا اور بولا ۔تو پھر ہم (سرخ داڑھی والے) تو اس شمار میں نہ آئے ۔اور دو جہاں میں کسی کام نہ آئے ۔(تو اے بادشاہ!) میں بھی وہ سرخرو ہوں۔جو تیرے انعام سے محروم ہوں۔

(خیابانِ تفریح)

امانت واپس

ایک شخص نے ایک دکاندار کو ایک ہزار روپیہ امانت رکھنے کو دیا۔ایک سال کے بعد جب اس نے دکاندار سے اپنی امانت طلب کی تو وہ دکان دار بے ایمان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے کوئی روپیہ امانت نہیں رکھا۔وہ شخص فریاد لے کر سیدھا خلیفہ کے پاس پہنچا اور سارا قصہ سنایا۔خلیفہ نے کہا جاؤ تم کل فلاں وقت اس دکان پر بیٹھے رہنا۔یہ حکم دیکر اسے واپس کر دیا۔وہ شخص دوسرے دن اس دکاندار کی دکان پر وقت معین پر بیٹھ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کی سواری وہاں سے گزری اور خلیفہ اپنے گھوڑے سے اتر کر سیدھا اس دکان پر آیا اور اس فریادی شخص سے بغلگیر ہو کر ملا اور کہنے لگا۔واہ صاحب واہ۔آپ نے تو ہمیں بھلا ہی دیا کتنے روز ہو گئے آپ محل میں نہیں آئے ۔سب شہزادے آپ کو یاد کرتے ہیں۔میرا اپنا دل بھی اداس تھا۔

دیکھو آج شام کو محل میں ضرور آنا اور کھانا بھی میرے ساتھ ہی کھانا۔

دکاندار یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ خدا خیر کرے یہ شخص تو بادشاہ کا کوئی خاص عزیز ہے اس نے اگر میری خیانت کا ماجرا بادشاہ سے کہہ دیا تو میرا برا حشر ہو گا۔ خلیفہ تھوڑی دیر کے بعد جب چلا گیا تو دکان دار خود ہی کہنے لگا بھئی تمہاری امانت مجھے یاد آ گئی۔ ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ گھر گیا اور ہزار روپیہ لا کر اس کے حوالے کر دیا۔

علماء کا دشمن

ایک بادشاہ کا وزیر علماء کا بڑا دشمن تھا۔ بادشاہ سے ملنے ایک مولوی صاحب آئے۔ تو بادشاہ نے وزیر سے کہا۔ وزیر صاحب آپ ہر روز علماء کے خلاف تقریر کیا کرتے ہیں آج میں امتحان لیتا ہوں کہ تم دونوں میں سے قابل کون ہے؟ لو پہلے تم بتاؤ کہ یہ میرا جو نہانے کا حوض ہے اس میں کتنے ڈول پانی آتا ہے۔ وزیر بولا حضور! اس کا جواب تو اسی صورت ممکن ہے کہ حوض کو پہلے خالی کرا لیا جائے۔ اور پھر اس میں ڈول سے پانی ڈالا جائے بھر جانے کے بعد پتہ چل سکتا ہے کہ اس میں کتنے ڈول پانی آتا ہے۔ بادشاہ نے پھر یہی سوال مولوی صاحب سے کیا۔ مولوی صاحب بولے جناب پہلے ڈول کا اندازہ بھی تو ہونا ضروری ہے اگر ڈول اس حوض کے برابر ہو تو اس میں صرف ایک ڈول پانی آئے گا اگر ڈول حوض کے نصف کے برابر ہو تو چار ڈول پانی آئے گا۔ اور اگر آٹھویں حصے کے برابر ہو تو آٹھ ڈول پانی آئے گا اسی طرح حساب کر لیجئے بادشاہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور وزیر صاحب بڑے شرمندہ ہوئے۔

قدرت کے کرشمے

پانی کے ایک قطرے میں جو خوردبین سے دیکھا جائے بے شمار جانور معلوم ہوتے ہیں۔ ایک محاسب نے ۳۶ ہزار جانوروں کا تخمینہ ایک قطرے پانی میں کیا۔ یہ جانور ایک قسم کے نہیں ہیں مختلف اقسام کے ہیں۔ اس قطرے کے بڑے جانور چھوٹے جانوروں کو کھاتے ہیں جیسے سمندر یا دریا میں چھوٹے جانور بڑے جانوروں کو کھاتے ہیں جیسے سمندر یا دریا میں چھوٹے جانور بڑے جانوروں کی غذا ہیں۔ اسی طرح ریت کے چھوٹے ذرے کا حال ہے اور اگر کائی کے نہایت چھوٹے ریزے کو دیکھا جائے تو اس میں صدہا قسم کی روئیدگی نظر آتی ہے۔ جو ایک دوسرے سے مغائرت ہے۔ پھر وہ روئیدگی جانوروں سے بھری ہوئی ہے۔ جنکی آپس میں ایک دوسرے سے شکل نہیں ملتی۔ گویا وہ قطرہ بمنزلہ سمندر کے اور وہ ریت کا ذرہ بمنزلہ پہاڑ کے اور وہ کائی کا چھوٹا سا ذرہ بمنزلہ ایک سبزہ زار جنگل کے ہے۔ جس میں ہزارہا قسم کے جانور ہیں۔ یہ حالت کرۂ زمین کے ذرہ سے لے کر پہاڑ تک اور قطرہ سے لے کر بحرِ محیط تک اور کائی کے ریزہ سے لے کر وسیع میدان سبزہ زار تک کی ہے۔

پھر اسی پر خیال کرنا چاہئے کہ خالقِ کائنات جلّ شانہ نے اس خلاءِ وسیع میں کروڑوں پدموں اور کھربوں کیا کیا عجائب و غرائب پیدا فرمائے ہوں گے۔

اجسام نامیہ کے بے شمار اجناس ہیں اور ایک جنس کے بہت سے انواع ہیں اور ہر نوع کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہر قسم کے بہت سے افراد ہیں۔ جن میں سے ہر ایک فرد میں بھی داخلہ وخارجاً جانور موجود ہیں۔ وہ فرد ان جانوروں کے لئے بمنزلہ کرۂ زمین کے ہیں اور بڑی حیرت اس وقت ہوتی ہے۔ جب ان اندرونی وبیرونی جانوروں کے فروتریں جانور میں بھی بے تعداد اندرونی وبیرونی جانور موجود پائے جاتے ہیں اسکی بدیہی مثال یہ ہے کہ آدمی وغیرہ بڑی قسم کے حیوانات کے پیٹ میں کیڑے پڑ جاتے ہیں وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو لمبے ہوتے ہیں انہیں حیّات کہتے ہیں اور پھر ان حیّات کے اندر بھی بے شمار کیڑے ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح نباتات کی جڑوں، پیڑوں، ٹہنیوں، ڈالیوں، پتوں، پھولوں، پھلوں کو دیکھتے جاؤ۔ جانوران میں بھی پیدا ہوتے ہیں اور ان کو کھا جاتے ہیں۔ پھر اپنے انڈوں اور بچوں کی کثرت سے کھانے کے سوا بگاڑ دیتے ہیں۔ جس سے وہ درخت مر جاتا ہے اور بعض کرم کسی جانور میں پیدا ہوتے ہیں اور کسی دوسرے جانور میں جا کر بڑھتے ہیں۔ زخموں میں بھی بہت سے کیڑے ہو جاتے ہیں یہ چھوٹے

کیڑے جن کو مقروبی کہا جاتا ہے ہر شے میں اندر اور باہر موجود ہیں۔ علاوہ انسانوں کے حیوانات میں بھی بہت سے ہیں۔ جانوروں کے دماغ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جلد کے اندر بکثرت ہوتے ہیں ان میں سے بعض بڑھ کر بڑے ہو جاتے ہیں۔

کھیتوں کو کیڑے برباد کر دیتے ہیں یہاں تک کہ شہتیر اور پتھر کو کھا جاتے ہیں۔ مقروبی کیڑا قد میں بے حد چھوٹا ہوتا ہے یعنے چھوٹی چیونٹی کے قد میں ایک لاکھ سے زیادہ سما جاتے ہیں اور باوجود اتنا چھوٹا ہونے کے اپنے تمام اعضاء رکھتا ہے اور اس کی رگوں میں دورانِ خون عام حیوانات کی طرح ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! غور کیجئے کہ جن اجزاء صغار سے ان کے اعضاء مرکب ہیں وہ کس حد تک چھوٹے ہوں گے۔ اجسام نامیہ کا گلنا۔ سڑنا۔ سُننا انہیں مقروبیوں کی کثرت سے ہوتا ہے۔ اور ان کا توالد وتناسل ایسی حالت میں اس کثرت سے ہوتا ہے کہ ایک ساعت میں لاکھوں کروڑوں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مقروبی کائنات میں علاوہ اجسام نامیہ کے کثرت کے ساتھ پانی، زمین، ہوا، گرد وغبار سب جگہ اور سب چیزوں میں موجود ہیں۔ تنفس یا ماکولات ومشروبات کے ساتھ مسامات کی راہ سے حیوانات کے جسم کے اندر چلے جاتے ہیں۔ حیوانات میں جلد کے باہر جو کیڑے محسوس ہوتے ہیں منجملہ ان کے جوئیں بھی ہیں اور جوئیں حیوانات کی مختلف ہیں۔ چنانچہ بھینس، گائے، اونٹ اور مرغوں ان کے بچوں اور دوسرے حیوانات کی طرح بطرح کی ہوتی ہیں۔

کسی کا مذاق نہ اڑاؤ

کسائی اور امام یزیدی ایک مرتبہ ہارون رشید کے یہاں جمع ہو گئے۔ دونوں علم قرأت کے امام ہیں۔ نماز کا وقت آیا تو امام کسائی نے نماز پڑھائی سورہ قل یاایھا الکافرون پڑھنی شروع کی، اسی کو بھول گئے، نماز کے بعد امام یزیدی نے کہا (مقام عبرت ہے کہ) ''کوفہ کے قاری کو قل یا ایھا الکافرون ہی میں بند لگ گیا'' یعنی غلطی ہوگئی۔

بات آئی گئی ہوگئی۔ اتفاق سے ایک دن امام یزیدی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو سورۂ فاتحہ ہی بھول گئے۔ سلام پھیر نے کے بعد انہیں اپنی غلطی پر افسوس ہوا تو ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے ''تم اپنی زبان بند رکھو ایسی بات کہنے سے جس میں تم خود مبتلا ہو جاؤ۔ بے شک بہت سی مصیبتیں انسان کی اپنی بات سے ہوتی ہیں۔''

تبصرہ اویسی غفرلہ

فقیر اویسی غفرلہ کا تجربہ ہے کہ جب کوئی کسی کا عیب دیکھ کر اسکا مذاق اڑاتا ہے تو ایک دن اس عیب میں خود بھی گرفتار ہو جاتا ہے (الا ما شاء اللہ) اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے،

اے ہنسنے والے مجھے ہنس ہنس کر نہ دیکھو

کبھی خدا تمہیں مجھ سا نہ بنا دے

عجیب بیوی

مطلب بن محمد مکہ کے مشہور قاضی تھے۔ ان کی دو بیویوں میں ایک بیوی ایسی بھی تھی کہ جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب شدید بیمار پڑے اور ان کے بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس بیوی نے اس طرح رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ اہلِ محلّہ دور تک اس کی آوازیں سنتے تھے۔ قاضی صاحب اپنی تکلیف کے باوجود بیوی کی اس گریہ وزاری کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے اور زبان سے کچھ نہ کہتے۔ آخر ایک دن اس نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور چیخ کر بولی ''مجھے زندگی بسر کرنے کے لئے کس کے پاس چھوڑے جاتے ہو؟''

''چھٹے بدنصیب کے پاس'' قاضی صاحب کی قوتِ برداشت جواب دے گئی تھی ورنہ کوئی جواب دیتے۔

جھگڑالو بیوی

حکیم سقراط اپنے زمانہ کا بہترین فلاسفر اور عظیم انسان تھا۔ اس نے جان بوجھ کر ایک جھگڑالو اور تند مزاج عورت سے شادی کر لی تھی تاکہ حکیم کی ذات میں غصہ اور کینہ نہ رہے۔ ایک دفعہ حسبِ عادت اس کی بیوی نے لڑائی جھگڑا کیا اور حکیم سقراط

کو سخت برا کہا اور پھر پانی کی بھری بالٹی حکیم کے سر پر انڈیل دی۔اس ساری کارروائی کے بعد حکیم سقراط نے کمالِ تحمل سے صرف اتنا جواب دیا کہ کیا گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا۔

حاتم کی سخاوت

ایک شخص حاتم کی بستی میں گیا لیکن رات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے کسی اور کا مہمان ہو گیا۔صبح جب وہ رخصت ہوا تو راستے میں اس کی حاتم سے ملاقات ہو گئی۔وہ حاتم کا نام تو سن چکا تھا۔لیکن پہچانتا نہیں تھا۔حاتم نے اسے اپنی بستی کی طرف سے آتا دیکھا تو پوچھا'' کیا تم نے رات اسی بستی میں گزاری تھی؟''مسافر نے جواب دیا۔''میں بنو طے میں ٹھہرا تھا!'' حاتم نے پوچھا''رات کس کے مہمان رہے؟''اس نے جواب دیا'' حاتم کے!'' حاتم نے پوچھا''اس نے رات تمہیں کیا کھلایا؟'' مسافر نے جواب دیا''اس نے میرے لئے اپنا نہایت قیمتی اور پلا ہوا اونٹ ذبح کر دیا اور اپنا سارا وقت میری خدمت میں گزار دیا۔حاتم نے ہنس کر کہا'' حاتم تو میں ہوں۔تم نے رات میرے ہاں تو نہیں گزاری۔پھر تم جھوٹ کیوں بول رہے تھے؟'' مسافر تھوڑی دیر تک حاتم کو دیکھتا رہا۔پھر بولا'' حاتم!میں کہیں بھی جاؤں جب یہ کہوں گا کہ میں حاتم کی بستی میں گیا تھا لیکن مہمان کسی اور شخص کا ہوا تھا تو لوگ میری بات پر یقین نہیں کریں گے۔اس لئے میں نے خود کو سچا ثابت کرنے اور اپنی عزت بچانے کے لئے یہ جھوٹ اختیار کیا ہے۔!''

حکیم سقراط

آپ کو زہر کا پیالہ دیا جانے لگا تو آپ کا شاگرد رونے لگا۔آپ نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ بے گناہ مارے جا رہے ہیں۔سقراط نے کہا تو کیا تیرا خیال ہے کہ میں گناہ پر مارا جاؤں۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ شیرازی کا مشہور شعر ہے۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا ☆ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

شیراز میں تیمور نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ لنگی باندھے سردی سے کانپ رہے ہیں،تیمور نے بڑھ کر پوچھا۔

''حافظ صاحب!یہ شعر آپ ہی کا ہے تو کیا اسی برتے پر آپ سمرقند و بخارا کی بخشش کیا کرتے تھے۔''فرمایا بخشش ہی نے تو یہ حال کر دیا ہے۔''

حجاج ظالم لا جواب ہو گیا

ماہ رمضان میں حجاج کہیں جا رہا تھا اور بے روزہ تھا۔ دو پہر کا کھانا آیا تو کہا اگر کوئی مسافر یہاں موجود ہے تو اسے بلا لاؤ۔ اس کے ملازم ایک بدو کو پکڑ کر لے آئے۔ حجاج نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ کہنے لگا کہ میں آج اللہ کی دعوت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں یعنی اس نے مجھے روزہ رکھنے کی دعوت دی اور میں نے قبول کر لی۔

حجاج: ''لیکن آج کا دن تو سخت گرم ہے۔''

بدو: ''اتنا گرم نہیں جتنا یوم محشر'' حجاج: ''تم آج افطار کر کے عید کے بعد گنتی پوری کر سکتے ہو''۔

بدو: کیا آپ ضمانت دے سکتے ہیں کہ میں عید کے بعد جیتا رہوں گا''۔

حجاج: ''اللہ تمہیں سلامت رکھے تمہاری لاعلمی میرے علم سے ہزار درجے بہتر ہے۔

واہ ! برمکی

یحییٰ بن خالد برمکی ہارون الرشید کا وزیر اعظم تھا۔ ایک مرتبہ ایک گورنر نے اسے خط لکھا کہ یہاں ایک مسافر تاجر فوت ہو گیا ہے۔ اور پیچھے بے اندازہ دولت، ایک چھوٹا سا بچہ اور ایک حسین کنیز چھوڑ گیا ہے۔ میری رائے میں ان تمام اشیاء کی مستحق آپ کی ذات گرامی ہے۔

یحییٰ نے جواب میں لکھا:

اللہ تعالیٰ مرنے والے پر رحم کرے۔ مال میں برکت ڈالے۔ بچے کو آغوشِ شفقت میں لے۔

کنیز کو اپنی حفاظت میں رکھے اور تم پر ہزار لعنت بھیجے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

نصف رات بیت چکی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بیت المال میں بیٹھے سرکاری حساب کتاب میں مصروف تھے۔ چراغ کی لو جھلملا رہی تھی۔ اسی عالم میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اسے بلا لیا اور پوچھا ''کوئی کام ہے مجھ سے۔'' اس شخص نے جواب دیا ''امیر المومنین! مجھے اپنے گھریلو مسائل پر آپ سے چند باتیں کرنا ہیں!'' حضرت عمر بن عبد العزیز نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا اور نووارد سے کہا ''ہاں، اب بتاؤ تمہیں کون سی باتیں کرنا ہے؟'' نووارد نے حیرت سے پوچھا ''لیکن آپ نے یہ چراغ کیوں بجھا دیا؟'' آپ نے جواب دیا ''چراغ کا تیل بیت المال کا ہے اور اسے میں غیر سرکاری باتوں میں استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بددیانتی ہے۔''

سلطان محمود مدینہ پاک میں فقیرانہ لباس میں

سلطان محمود غزنوی جب مدینہ منورہ گئے تو بڑے سادہ سے فقیرانہ کپڑے زیب تن کئے اور کاندھے پر پانی کی مشک رکھ کر مخلوق خدا کو پانی پلانا شروع کر دیا۔ کسی شخص نے پہچان کر کہا آپ تو بادشاہ ہندوستان ہیں اور آپ نے فقیروں جیسا لباس پہنا ہے۔ سلطان محمود نے جواب دیا، بادشاہ تو میں ہندوستان میں ہوں یہاں تو رسولِ عربی ﷺ کے دربار گوہر بار میں شہنشاہ بھی فقیر ہوتے ہیں۔ یہ ایمان افروز جواب سن کر وہ شخص آگے بڑھ گیا تو دیکھا کہ مصر کا بادشاہ بڑے شاہانہ انداز میں شاہی لباس پہن کر رعب و دبدبہ میں چلا آرہا ہے۔ اس شخص نے مصر کے بادشاہ سے کہا تمہاری یہ ہمت کیسے ہوئی کہ حضور پاک ﷺ کے در پر حاضری اور زبردست شاہی شان وشوکت کے ساتھ۔ تو مصر کے بادشاہ نے بڑا غیرت ایمانی سے لبریز جواب دیا کہ اے سوال کرنے والے یہ تاج اور مصر کی بادشاہی مجھے آقائے دو عالم کے طفیل ہی عطا ہوئی ہے۔ اس لئے میں اپنے آقا کے دربار میں شاہی لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں کہ آقا اپنے غلام کی شان اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ وہ شخص دونوں بادشاہوں کی حسنِ نیت کی داد دیتا ہوا چلا گیا۔

مکڑی کا تانا

عراق کا گورنر یوسف بن عمر ثقفی بڑا ظالم حکمران تھا۔ اس نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بغاوت کے جرم میں بالکل ننگے بدن پھانسی دے دی۔ خدا کی قدرت کہ ایک مکڑی نے فوراً آپ کی شرمگاہ پر جالا بن دیا جس کی وجہ سے آپ کسی کو ننگے نظر نہ آئے۔ مکڑی ایک حقیر سا جانور ہے مگر اس کے شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر اس وقت جالا تن کر چھپا لیا جب جالوت بادشاہ آپ کو قتل کرنے کیلئے تلاش کر رہا تھا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ ہجرت کے وقت غار ثور میں تشریف لے گئے تو غار ثور کے منہ پر جالا بن کر آپ کو کفار مکہ کی نظروں سے بچا لیا۔

چشم پوشی

ایک دفعہ ہارون الرشید کے دربار میں حاضرین کی تواضع شربت سے کی جارہی تھی۔ جام سونے کے تھے۔ ایک درباری نے چپکے سے ایک جام اپنی آستین میں چھپا لیا۔ اتفاقاً خلیفہ نے اسے دیکھ لیا۔ جب محفل برخاست ہونے لگی تو ساقی نے آواز دی کہ کوئی درباری باہر نہ جائے کیونکہ ایک جام گم ہو گیا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ سب کو جانے دو کیونکہ جس نے چرایا ہے وہ مانے گا نہیں اور جس نے دیکھا ہے وہ بتائے گا نہیں۔

حق گوئی و حق شنوئی

مولانا محمد ترنم صاحب نے جوش خطابت میں تقریر کرتے ہوئے کہا نماز میں ایک طرف بندہ کھڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف اللہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہ فقرے سنتے ہی محدث اعظم پاکستان فوراً بولے، مولانا توبہ کیجئے خدا کھڑے ہونے سے پاک ہے مولانا غلام محمد ترنم نے فوراً ہی جواب دیا حضرت میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے کمالِ شفقت سے فرمایا یہ خدا تعالیٰ کا معاملہ ہے میں حق تعالیٰ کی شان کے منافی فقرے نہیں سن سکتا۔

فائدہ

اکابر میں حق گوئی اور حق شنوئی انسانی ترقی کا موجب سمجھا جاتا تھا دورِ حاضرہ میں حق گوئی تو آسان ہے لیکن حق شنوئی گوارہ نہیں حالانکہ اسی میں بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق گوئی و حق شنوئی کی دولت سے نوازے۔ (آمین)

بھینگا

مثنوی شریف میں ایک بھینگے کا قصّہ لکھا ہے کہ ایک ماسٹر نے اپنے ایک بھینگے شاگرد سے کہا کہ جاؤ گھر کے طاق میں ایک آئینہ رکھا ہے وہ لے آؤ۔ بھینگا شاگرد گھر گیا۔ اور واپس آکر کہنے لگا: جناب! وہاں تو دو آئینے ہیں، میں کون سا آئینہ لاؤں۔

بات یہ ہوئی کہ چونکہ بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں اس لئے اُسے ایک آئینے کے دو آئینے نظر آئے اور آکر ماسٹر سے پوچھنے لگا کہ میں کون سا آئینہ لاؤں؟

ماسٹر صاحب نے کہا کہ میاں! وہاں آئینہ تو ایک ہی ہے۔ بھینگے نے جواب دیا۔ نہیں صاحب ایک نہیں بلکہ دو ہیں، میں نے خود دیکھے ہیں۔ میں کیسے مان لوں کہ آئینہ ایک ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا اچھا جاؤ۔ ایک آئینہ توڑ دو اور دوسرا لے آؤ۔ بھینگا گیا اور اس نے ایک آئینہ کو توڑا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دوسرا بھی ٹوٹ گیا ہے۔ واپس آکر یہ واقعہ ماسٹر صاحب سے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا: بیوقوف آئینہ تھا ہی ایک تجھے اپنی نظر کے قصور سے ایک کے دو نظر آئے۔

یہ قصّہ منکرینِ حدیث کے مطابق ہے۔ نئی روشنی نے ان لوگوں کو بھینگا کر کے رکھ دیا ہے اور ان کو ایک کے دو نظر آنے لگے ہیں چنانچہ سب جانتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن ایک ہے اور اسلام ایک ہے۔ مگر ان لوگوں کو "دو قرآن" اور "دو اسلام" نظر آنے لگے ہیں اور اس نام کی انہوں نے کتابیں شائع کر کے دوسروں کو بھی یہ منوانے کی کوشش کی ہے کہ قرآن

دو ہیں اور اسلام بھی دو ہیں۔ حالانکہ قرآن ایک ہے اور اسلام بھی ایک ہی ہے اور یہ ان کا اپنا بھینگا پن ہے کہ ایک کے دو دو نظر آنے لگے ہیں۔

انتباہ

ان لوگوں کی نظر کا اگر یہی عالم رہا تو اگر کسی مقام پر بہت سے منکرین حدیث جمع ہوں اور یہ لوگ ایک دوسرے کو اپنی اس بھینگی نظر سے دیکھنے لگیں تو یقیناً ان لوگوں کو اس اپنے ہی اجتماع میں سب بجائے "دو پائے کے چار پائے" نظر آنے لگیں گے۔ اور اس وقت قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر نظر آنے لگے گی کہ اُولئک کا لانعام بل هم اضل.

بھینگے کا ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی ٹیڑھی نظر سے دیکھتا کسی اور طرف ہے مگر بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ دور تک دیکھتے تو یورپ کی ملحدانہ آزادی اور عیاشی کی طرف ہیں مگر ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہی ہیں۔

"من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" کے طابق طاعتِ رسول اطاعتِ حق ہی ہے۔ جس نے حکم رسول کو مان لیا اس نے حکمِ خدا کو مان لیا۔ مگر بھینگوں کو اس میں تفریق نظر آئی۔ اور انہوں نے حکمِ رسول ﷺ کو حکمِ خدا سے الگ سمجھا اور اسی اپنے زعم باطل سے یہ لوگ "حکمِ رسول" سے بے نیاز ہو کر "حکمِ رسول" کو توڑنے کے در پے ہیں۔ مگر پتہ کل چلے گا، جب یہ راز کھلے گا کہ حکم رسول ﷺ توڑنے سے حکمِ خدا بھی ٹوٹ چکا ہے۔ خدا تعالیٰ ان بھینگوں کی ٹیڑھی نظر سے محفوظ رکھے۔ آمین

سَتّو کا موجد

سَتّو سب سے پہلے حضرت سیدنا سکندر رحمۃ اللہ علیہ نے تیار فرمائے۔ (الکنز المدفون، صفحہ ۱۵)

بی بی حواء (رضی اللہ عنھا) کے بچے بچیاں

بی بی حواء رضی اللہ عنہا نے چالیس جوڑے (نر و مادہ) جنے۔ (الکنز المدفون، صفحہ ۱۵۸)

حساب کا دن

ایک بزرگ نے بیٹے سے کہا دن کو جو کام کرو اس کا شام کو مجھے حساب دو۔ نوجوان کو دقت ہوئی کہ روزانہ حساب بنائے اور پھر بتائے اور ذرہ ذرہ کا باپ کو حساب دے۔ کئی دن پریشانی میں گذارے۔ ایک دن باپ سے کہا کہ یہ تجویز میرے لئے سخت ہے مجھے کوئی نصیحت فرما دیں تاکہ میں اسی کے مطابق کام کروں روزانہ حساب دینا بڑا مشکل ہے۔ باپ

نے کہا کہ یہ میں نے تیرے قیامت کے حساب کا منظر دکھایا ہے کہ جب تو اپنے باپ کو حساب نہیں دے سکتا، اللہ احکم الحاکمین عالم الغیب والشہادہ کو کس طرح حساب دے گا۔ فارسی کا قطعہ ملاحظہ ہو ؎

تو نمی دانی حساب حساب صبح وشام ☆ پس حساب عمر چو گوئی تمام
زیں عملہا ئے برنج صواب ☆ نیست جز شرمندگی در حساب

جب تم صبح وشام کا حساب نہیں جانتے تو پھر زندگی بھر کا حساب کیسے معلوم کر سکو گے۔ اگر عمل اچھے نہیں تو حساب کے وقت شرمندگی کے سوا کچھ نہیں۔

بہشتی جانور

ہمارا عقیدہ ہے کہ محبوب کی ہر شے محبوب۔ چنانچہ ذیل کا حوالہ اس عقیدہ کی توثیق کے لئے کافی ہے۔

الاشباہ والنظائر میں مستطرف سے منقول ہے کہ "لیس من الحیوان من یدخل الجنة الاخمسته کلب اصحاب الکھف وکبش اسماعیل وناقة الصالح وحمار عزیر وبراق الرسول ﷺ"۔

پانچ یا دس بہشتی جانور

اوپر والی عبارت سے ثابت ہوا کہ صرف پانچ جانور بہشتی ہیں ☆ حضور نبی اکرم ﷺ کا بُراق ☆ حضرت عزیر علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا دراز گوش ☆ حضرات اصحاب کہف رحمہم اللہ کا کتا ☆ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ☆ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا۔

لیکن حموی نے شرح اشباہ میں شرعۃ الاسلام سے مقاتل سے یوں بیان فرمایا ہے کہ "قال مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ عشرۃ من الحیوانات ؎ یدخل الجنة ناقةمحمد ﷺ وناقة صالح علیه السلام وعجل ابراھیم علیه السلام وکبش اسماعیل علیه السلام وبقرة موسیٰ علیه السلام وحوت یونس علیه السلام وحمار عزیر علیه السلام ونملة سلیمان علیه السلام وھدھد بلقیس وکلب الکھف کلھم یحشرون کذافی مشکوٰة الانوار.

فائدہ

اسی کتاب میں شرح شرعۃ الاسلام سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب مینڈھے کی صورت کر دیئے جائیں گے، چنانچہ حموی میں ہے "وذکر فی مشکوٰة الانوار شرح شرعة الاسلام ؎ انھا کلھا علیٰ صورة الکبش." (شرعۃ الاسلام

میں ہے کہ وہی تمام بہشتی جانور دُنبہ کی شکل میں ہو جائیں گے)

فائدہ

اس سے جہاں جانوروں کے بہشتی ہونے کا معلوم ہوا وہاں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں
انبیاء عظام و اولیائے کرام کی بہت عزت ہے کیونکہ یہ جانور از خود بہشت میں نہیں جائیں گے انہیں یہ دولت نصیب ہوئی تو حضرات انبیاء و اولیاء کے طفیل۔

فائدہ

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ معاملہ قیاسی بھی نہیں ورنہ دوسرے انبیاء کرام کے متعلق اشیاء بھی ہوں گی اور پھر اولیاء کرام میں سے ہمارے نبی پاک ﷺ کے اولیاء خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اصحاب کہف رحمہم اللہ سے اونچی شان رکھتے ہیں لیکن ان کی متعلق اشیاء میں سے کوئی نہیں۔اسی لئے قیاس کا دروازہ کھول کر ان مذکورہ اشیاء سے اضافہ نہیں چاہئے ہاں کہیں تصریح مل جائے تو الحمد للہ.

چیونٹی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی سے پوچھا ہر سال تو کتنا کھاتی ہے؟اس نے کہا صرف گیہوں کا ایک دانہ۔آپ نے اس کو پکڑ کر ایک شیشی میں قید کیا اور ایک دانہ گیہوں کا ساتھ رکھ دیا۔جب سال گذر گیا تو آپ نے شیشی کو کھولا اور دیکھا کہ اس نے آدھا دانہ کھایا ہے اور آدھا باقی ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تو نے ایک دانہ پورا کہا تھا کہ کھاتی ہوں پھر تو نے نصف کیوں چھوڑا۔چیونٹی نے کہا قید ہونے سے قبل میرا بھروسہ اللہ پر تھا اور قید ہونے کے بعد میرا بھروسہ آپ کے اوپر تھا۔مجھ کو خطرہ تھا کہ آپ مجھے بھول جائیں گے اس لئے میں نے دوسرے سال کے لئے آدھا دانہ باقی رکھا۔

فائدہ

جانوروں سے ہمیں بہت سے اسباق سکھائے جاتے ہیں لیکن ہم کب ہیں سمجھنے والے۔

حجر اسود کو علم غیب

حجر اسود کعبہ کی بغل میں ایک سیاہ پتھر ہے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "واللہ لیبعثن اللہ یوم القیٰمۃ له عینان یبصر بھما ولسان ینطق به یشھد علی من استلمه بحق" بخدا اللہ تعالیٰ حجر اسود کو قیامت میں

ایسے اٹھائیگا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے بولتا ہوگا اور (بارگاہ الٰہی میں) حق کے ساتھ چومنے والوں کی گواہی دے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

تبصرہ

حضور نبی کریم ﷺ کی اس قولی حدیث سے واضح ہوا کہ حجرِ اسود کا چُومنا عبادت ہے۔ قیامت کے دن کام آئے گا۔ کروڑوں مسلمانوں نے اسے بلا واسطہ یا بالواسطہ چُوما ہے اور قیامت تک لاتعداد مسلمان اسے چُومیں گے وہ اپنے چُومنے والوں کو قیامت کے دن پہچان لے گا اور بحضور رب العالمین ان کے حق میں شفاعت کرے گا۔ حجرِ اسود اپنے چُومنے والوں کے دل کی کیفیت کو جانتا ہے کہ کون اخلاص سے اسے چُوم رہا ہے اور کون نفاق سے۔ حجرِ اسود کو اپنے چُومنے والوں کے خاتمہ کا علم ہے کہ کون ایمان پر مرے گا اور کون کُفر پر، جبھی تو مومنِ مخلص کی شفاعت کرے گا اور کافر و منافق کی شفاعت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کو حاکم نے ذکر کیا۔ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ

اس حدیث کو حضرت علامہ علی قاری نے مرقات میں حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں، ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے مزیلۃ الدرایہ لمقدمۃ الہدایہ میں ذکر کیا ہے (بلکہ کتاب الحج کے بیان میں ہر حدیث کی کتاب اور فقہ و فتاویٰ میں یہ حدیث موجود ہے)

فقیر اویسی غفرلہ نے ''حجرِ اسود'' کی تحقیق و تفصیل میں ایک دلچسپ کتاب لکھی ہے۔ ''التحریر العسجد فی تحقیق الحجر الاسود'' اسکے علوم کی فراوانی کے آخر میں مخالفین پر افسوس کر کے لکھا ہے کہ افسوس ہے کہ تم پتھر کو مانتے ہو الحمدللہ ہم اس پتھر کو بھی مانتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کو بھی مانتے ہیں۔

حضور ﷺ کی رضاعی مائیں

(۱) حلیمہ سعدیہ

(۲) امرأۃ بن بنی سعد۔ (الطبقات الکبریٰ صفحہ ۹)

(۳) خولہ بنت المنذر یعنی ام بردہ الانصاریہ۔ (السیرۃ الحلبیہ، جلد ا صفحہ ۸۷)

(۴) ام ایمن برکہ (سبل الہدیٰ البدایہ والنہایۃ، جلد ۲ صفحہ ۲۷۹) السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد ا صفحہ ۲۲۳

(۵)ام فروہ (سبل الہدیٰ، جلد ا صفحہ ۶۰) سیرۃ حلبی جلد ا صفحہ ۸۸ (سبل الہدیٰ، جلد ا صفحہ ۶۰ ۴۲ - سیرۃ حلبی، جلد ا صفحہ ۸۸)

اقبال کا کمال

ڈاکٹر اقبال دورِ طالب علمی میں اسکول سے گھر واپس جا رہے تھے پیچھے ایک خارشی کتیا چل پڑی۔ علامہ بے خبری میں رہے یہاں تک کہ گھر پہنچے تو کتیا کو بدستور اپنے پیچھے دیکھا۔ اندر داخل ہوئے والد مرحوم نے فرمایا دو پراٹھے پڑے ہیں ایک تمہارا ہے دوسرا بھائی کے لئے چھوڑ دو۔ علامہ اپنے حصّہ کا پراٹھا پیچھے آنے والی کتیا کو ڈال دیا وہ بھوکی تھی۔ کھانے کے بعد منہ آسمان کی طرف اٹھا کر اپنی بولی میں علامہ کو دعا دے کر چلی گئی۔ رات کو خواب میں آپ کے والد گرامی کو حضور ﷺ نے فرمایا اے شیخ تمہارے بیٹے اقبال کو نیکی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اسے علم سے نوازا اور چار دانگ عالم میں شہرت بخشی۔

والد نے نیک عمل کا پوچھا تو اقبال مرحوم نے کتیا والا قصہ سنا دیا۔ والد نے فرمایا آپ کو مبارک مجھے خواب میں یونہی کہا گیا ہے۔ (اکتوبر و نومبر ۱۹۸۹ء، روحانی ڈائجسٹ)

قادری سروری یا اُویسی

حضرت سلطان العارفین سیدنا باہو قدس سرہ نے فرمایا قادری سروری وہ ہے کہ محض فیض و فضل سے ظاہری وسیلہ کے بغیر نور محمدی ﷺ کی پرورش سے مجلس سے مشرف ہو اور حضور ﷺ اسے ارشاد و تلقین فرما کر اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت غوثِ جیلانی کے سپرد فرمائیں اسی کو اُویسی کہتے ہیں۔ (عین الفقر)

پاگل کی کہانی

ایک عالم دین وعظ میں فرما رہے تھے کہ مسلمانو! یاد رکھو کہ نماز کے لئے وضو شرط ہے۔ جب تک وضو نہیں ہوگا۔ نماز نہیں ہوسکتی، یہ سُن کر مجمع میں سے ایک جاہل کھڑا ہوگیا۔ اور چلا چلا کر کہنے لگا کہ مولانا صاحب! آپ کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ بلا وضو کے بھی نماز ہو جاتی ہے، بلا وضو کے قیام و قعود، اور رکوع و سجود وغیرہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ وضو نہ ہو تو پیٹھ اکڑ جائے۔ اور رکوع و سجدہ ہی نہ ہو سکے۔ بلا وضو کے بھی نماز کے سب افعال ادا ہو جاتے ہیں۔ جاہل گنوار کی یہ بے تکی بات سن کر سارا مجمع ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگیا۔ اور مولانا صاحب بھی مسکرا کر یہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ

احمقوں کی کمی نہیں غالب ☆ ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں

اُویسی کی کہانی

فقیر نے ایک جلسہ میں تقریر کے دوران مسلسل چند احادیث پڑھیں قال قال رسول اللہ (ﷺ) ایک بابا

نہایت غصہ سے بولا کہ اے بے ادب تمہارے اور وہابیوں میں کیا فرق رہا۔ وہ بھی بے ادب اور تم بھی بے ادب۔ میں ہکا بکا ہوگیا کہ ہم غریبوں کا تصور بھی بے ادبی سے کانپتا ہے مجھ سے کون سی بے ادبی سرزد ہوگئی۔ میں نے بابا سے عرض کی حضرت! مجھ سے کون سی بے ادبی ہوگئی۔ کہنے لگا تم حضور سرور عالم ﷺ کو بار بار قال قال کہہ رہے ہو۔ ہمارے حضور ﷺ کالے نہیں تھے بلکہ چٹے گورے تھے۔ میں نے بابا کو عشق و محبت کی داد دے کر عرض کی حضور! یہاں وہ معنیٰ نہیں جو جناب نے سمجھ لیا یہاں قال دو نقطے والا قاف ہے بمعنی فرمایا۔

اُویسی کا ایک اور واقعہ

ایک جگہ میرا وعظ تھا فقیر نے اپنے وعظ میں متعدد حوالہ جات میں کہا کہ راوی نے یہ فرمایا، ایک احمق کھڑا ہوگیا اس نے کہا حضرت وہ بی بی راوی کون سی فارغ الوقت تھی جو ہر وقت حضور ﷺ سے باتیں سن کر ہمیں بتائیں۔ میں اور مجمع میں اہلِ علم حضرات ہنس پڑے۔ میں نے کہا جناب راوی کوئی عورت نہیں راوی حدیث کے روایت کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اس نے کہا پھر راوی نہیں راوہ کہو۔ میں نے کہا یک نہ شد دو شد۔ دراصل ہمارے علاقوں میں جب اس اسم کے آخر میں یا ماقبل مکسور آئے اکثر عورتوں کے نام ہوتے ہیں اسی لئے وہ بیوقوف اپنے عرف کو سامنے رکھ کر معترض ہوا۔

تالے نام والے

ایک اعرابی نے چند لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے نام پوچھے۔ ان میں سے ایک نے کہا میرا نام ''وثیق'' ہے۔ وثیق کا معنی ہے باندھنے والا۔ دوسرے نے اپنا نام ''منیع'' بتایا۔ منیع کا معنی ہے۔ رُکنے والا، تیسرے نے اپنا نام ''ثابت'' بتایا۔ چوتھے نے کہا میرا نام ہے ''شدید'' اعرابی سن کر کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا۔ تالے تمہارے ہی ناموں سے بنائے جاتے ہیں۔

فائدہ

یہ نام ہی ایسے ہیں جن سے سوائے تالہ بندی کے اور کوئی مفہوم واضح نہیں ہوتا۔

مسئلہ

یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ بُرے اسماء بدل کر اچھے نام رکھتے تھے اس لئے کہ مسمّٰی میں اسم کی تاثیر ضرور ہوتی ہے۔ دردمندانِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے اسماء اچھے منتخب کیا کریں بالخصوص اسماء میں حضور نبی پاک ﷺ کے اسم گرامی (محمد ﷺ) کا ہونا نہایت ہی برکت کا موجب ہے۔

سیانی عورت

ایک مرد ایک عورت کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔عورت نے سبب پوچھا تو کہا میں تیرا عاشق ہوں۔عورت نے کہا میرے پیچھے مجھ سے زیادہ حسین عورت آ رہی ہے۔مرد نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو عورت نے لات مار کر گرا دیا اور کہا کہ تو اگر سچّا عاشق ہوتا تو کبھی مجھ سے نظر ہٹا کر دوسری طرف نہ دیکھتا۔

پنکھا نہ ہلاؤ خود ہلو

ایک بظاہر غریب آدمی کے لئے مشہور تھا کہ اس کے ہاں بے شمار دولت ہے مگر وہ رہتا غریبوں کی طرح تھا۔ایک آدمی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس نے اتنی دولت کس طرح جمع کی ہے،اس سے ملنے کے لئے گیا۔گرمی کی شدت تھی۔ کمرے میں بجلی کا پنکھا تک نہ تھا،اس آدمی نے یہ سوال کرنے سے پہلے کہ آپ نے اتنی دولت کس طرح جمع کی ہے،کہا کہ گرمی بہت ہے،آپ کے ہاں دستی پنکھا تو ہوگا۔غریب دولت مند نے ایک ٹوٹا پھوٹا ٹرنک کھولا،کپڑے ہٹائے اور ٹرنک کے نیچے سے کھجور کے پتوں کا ایک پنکھا نکال کر مہمان کو دیا۔مہمان پنکھا ہاتھ میں لے کر ہلانے لگا تو میزبان نے لپک کر اس سے پنکھا چھین لیا اور کہا۔''اس طرح ہلانے سے پنکھا دو روز میں گھس جائے گا۔میں اسے پچیس برس سے استعمال کر رہا ہوں، ابھی تک پہلے روز کی طرح نیا ہے۔''

''پنکھا ہاتھ میں پکڑے رکھو۔''مہمان سے کہا۔''اور خود ہلو''۔

پاگل بھی ہے سیانہ بھی

آٹے دال وغیرہ کی دو دکانیں پہلو بہ پہلو تھیں۔دونوں دکانوں کی آٹے کی کھلی بوریاں دکانوں کے باہر رکھی رہتی تھیں ایک دوکاندار کے ساتھ اس کا دس سالہ بیٹا بھی دکان پر بیٹھتا تھا۔باپ نے ایک روز اپنے بیٹے سے کہا کہ''جب ساتھ والا دکاندار اِدھر اُدھر ہو تو اس کی آٹے کی بوری سے آٹا نکال کر اپنی بوری میں ڈال لیا کرو۔''

لڑکے نے یہ کاروبار شروع کر دیا۔ایک روز دوکاندار نے اسے اپنی بوری سے آٹا نکالتے دیکھ لیا تو لڑکے کو لگا گالیاں دینے۔لڑکے کے باپ نے التجا کے لہجے میں کہا۔

''بھائی صاحب خفا نہ ہوں،میرے بیٹے کا دماغ خراب ہے۔یہ تو پاگل ہے۔''

دوسرے دوکاندار نے کہا۔''اگر پاگل ہے تو اپنی بوری سے آٹا میری بوری میں کیوں نہیں ڈالتا؟''

لڑکے کے باپ نے جواب دیا۔''یہ اتنا پاگل نہیں ہے۔''

مُسیلمة الکذّاب

دن رات اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح رسول عربی ﷺ کی نبوت کے شمع ایزد افروز کے دیے سے اس کا چراغ بھی جل جائے۔ مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ یہ سودا اسے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں بھی لاحق تھا۔ چنانچہ تاریخ میں مذکور ہے کہ:

''وہ اسی قسم کے خیالات لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا بھی تھا اور ایک دفعہ اس نے خط لکھ کر یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ مجھے اپنا شریک حال اور رفیقِ کار بنا لیا جائے اور نصف حصۂ زمین کی خدمت میرے سپرد ہو اور نصف کی قریش کو، گو نبی کریم ﷺ نے جواب میں اس سے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا کہ:

''تمام زمین کا مالک (صرف) خدا تعالیٰ ہے وہ بندوں میں سے جس کو چاہے دے اور مبارک انجام متقیوں کے لئے ہے۔''

سجاح اتنے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ یمامہ میں آ جمی۔ مسیلمہ کو سخت فکر ہوئی۔ اس لئے کہ اس کی نبوت کے فتنہ عظیم کو کچلنے کے لئے براہ راست اسلام کے دربار خلافت سے مؤثر مساعی جاری تھیں اور ہر لحہ اس کا خطرہ تھا کہ اسلام کے سرفروش طبقۂ مجاہدین سے اس کا تصادم نہ ہو۔ چنانچہ اسی زمانے میں مسلمان اس پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور بڑی ذلّت و رسوائی کے ساتھ یمامہ میں ہی مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچا تھا۔ مسیلمہ نے ان مصالح کی بنا پر بھی مناسب سمجھا کہ سجاح کی طرف دست مصالحت بڑھا دیا جائے اور اسے راضی کر کے متحدہ قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے۔ اس نے سجاح نے کہا کہ نصف زمین پر منجانب اللہ میری حکومت مقدر ہے اور نصف پر قریش کی۔ لیکن بوجہ ناانصافی قریش نے نصف پر قناعت نہیں کی۔ اور وہ بڑھتے بڑھتے میرے حصّے پر قابض ہو گئے ہیں۔ اس لئے آج سے قریش کا نصف حصّہ تم کو دیا جاتا ہے اور اس کے بعد سجاح کو نکاح کا پیام دیا۔ جس پر سجاح رضامند ہو گئی اور نکاح ہوا۔ سجاح کے متبعین کو جو مسیلمہ سے شوق جنگ میں اپنے گھربار کو چھوڑ کر اور اپنے کاروبار سے منہ موڑ کر یمامہ سے دور دراز کے ایک مقام پر پڑے ہوئے تھے۔ جب یہ نیا قصّہ معلوم ہوا تو وہ بے عقل یہ دور کی کوڑی لائے کہ مسیلمہ نے سجاح کو مہر میں کچھ نہیں دیا اور یہ ہماری سخت ہتک ہے۔ اس پر مسیلمہ نے سجاح سے کہا کہ ''میں تمہارے مہر میں منجملہ ان پانچ نمازوں کے جو محمد (ﷺ) نے فرض کی تھیں، صبح اور رات کی نماز معاف کرتا ہوں۔'' یہ ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے اکاذیب و اباطیل تھے جو خود ان کی بدنامی و رسوائی کا باعث بنے اور جن سے ان کے متبعین کے حلقہ میں ان کی بے عقلی و حماقت کا شہرہ عام ہو گیا۔

چنانچہ سجاح کے ساتھ جتنے لوگ جمع ہو گئے تھے انہیں ان احمقانہ باتوں سے عقل آ گئی اور وہ سب سجاح کو بھی چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ سجاح اکیلی رہ گئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کے دماغ سے نبوت کا یہ سودائے خام نکل گیا۔

ابن اثیر اور طبرانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ آخیر میں یہ پکی اور سچی مسلمان ہوگئی تھی اور دنیا سے حالتِ ایمان واسلام میں رخصت ہوئی۔

جس طرح سجاح کا اٹھایا ہوا یہ فتنہ زندگی کے گنے چنے سانس لے کر آغوشِ مرگ میں جا سویا۔اسی طرح مسیلمہ، طلیحہ بھی اپنی اپنی جگہ پر ناکام ہوئے اور ارتداد کے آتشکدہ پر مسلمانوں کے حسنِ تدابیر اور اسلام کی صداقت نے قابو پالیا کہ باطل کا زور وشور بہر حال چندروزہ اور اس کی زندگی غیر اعتباری ہے۔بہتر انجام ہمیشہ کے لئے اور حق کا ساتھ دینے والوں کے لئے ہوتا ہے۔

آلو کو بخار

کسی نے پوچھا آلو بخارا کیا ہوتا ہے۔ایک احمق نے جواب دیا کہ جس آلو کو بخار آتا ہو۔

دھکے

بھرپور سردیاں تھیں۔اچانک لاری کے انجن میں خرابی پیدا ہوگئی۔اور رک گئی، کنڈیکٹر اور ڈرائیور نے اپنی پوری پوری کوشش کی۔لیکن لاری اسٹارٹ نہ ہوئی۔بالآخر کنڈیکٹر نے سب سواریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"بھائی مسلمانوں صبح کا وقت ہے اور نیکی کا کام ذرا باہر آؤ اور لاری کو دھکا لگاؤ۔

مگر سردی کی وجہ سے سب مسافر لپٹے لپٹائے بیٹھے تھے۔کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہ تھا۔کنڈیکٹر نے پھر کہا۔

"اس کارِ خیر سے جی نہ چراؤ مومنو۔آج تم نے لاری کو اگر ایک دھکا لگایا تو دنیا میں تمہیں دس دھکے ملیں گے پھر آخرت میں ستّر۔"

دو میراثی

شادی پر دو میراثی آپس میں کسی بات پر لڑ پڑے۔لوگوں کے سمجھانے پر خاموش تو ہو گئے مگر دل ہی دل میں وہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کے لئے بے قرار تھے کہ اتنے میں ایک میراثی بولا:"میں ابھی حاضر ہوا۔ذرا پیشاب کر آؤں۔"

دوسرے میراثی نے فوراً فقرہ چست کیا۔"آپ کیوں خواہ مخواہ تکلیف فرما رہے ہیں۔ابھی آپ کو کیا کرایا پیشاب لائے دیتا ہوں۔"

پہلے میراثی نے سنجیدہ سا چہرہ بنا کر جواب دیا:"ہاں اس میں حرج تو کوئی نہیں مگر مجھے تم پر اعتبار نہیں شاید راستے میں جو ٹھا کر لاؤ۔"

براتیوں نے سمجھا بس اب بات ختم ہوگئی، بھلا اس کا کیا جواب دے گا مگر وہ بھی آخر کار میراثی تھا چمک کر بولا: ''جوٹھا کر دیا تو کیا ہوا مجھے اس پر اپنی نانی کی فاتحہ تھوڑا ہی دلانی ہے۔'' (ماہ طیبہ ۱۹۶۵ء)

جھوٹے اور احمق مُتبنی

نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے بے شمار واقعات فقیر نے کتاب ''جھوٹے متنبی'' میں جمع کئے ہیں چند یہاں ملاحظہ ہوں۔

(۱) خلیفہ مہدی کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ جب اسے گرفتار کرکے خلیفہ کے سامنے لایا گیا تو خلیفہ نے پوچھا کیا تم نبی ہو؟ بولا جی ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا کہ تم کن لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ تم نے کسی کے پاس مجھے جانے ہی نہیں دیا۔ اُدھر میں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اِدھر تم نے مجھے پکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا ہے۔

(۲) اسی خلیفہ کے زمانے میں نبوت کے مدعی ایک شخص کو خلیفہ مہدی کے پاس لایا گیا۔ مہدی نے پوچھا تم کب مبعوث ہوئے؟ اُس نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب ہے؟ کیا نبوت تاریخ کی پابند ہوتی ہے؟ مہدی نے پھر پوچھا کہ تمہیں نبوت کہاں ملی ہے؟ وہ بولا۔ آپ تو ایسی باتیں پوچھ رہے ہیں جن کا نبوت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اگر آپ میری نبوت مانتے ہیں تو مانیں ورنہ اپنے گھر خوش رہیں۔ میں جاتا ہوں۔

(۳) ایک دفعہ کسی شخص نے بصرے میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اُس وقت بصریٰ کا حاکم سلیمان ابن علی تھا۔ اس نبوت کے مدعی کو گرفتار کرکے حاکم بصرہ کے سامنے پیش کیا گیا، سلیمان نے پوچھا کیا تم خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہو؟ اُس نے جواب دیا، جی اس وقت تو میں قیدی ہوں، حاکم نے پھر پوچھا ''کمبخت تمہیں کس نے نبی بنایا ہے؟ اُس نے کہا کیا نبیوں سے ایسی گفتگو کی جاتی ہے؟ کیا کروں مجبور ہوں۔ اگر میں قید میں نہ ہوتا تو جبرائیل کو حکم دے کر تم سب کو مروا دیتا۔ سلیمان ابن علی نے کہا کہ اچھا میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں تم جبرائیل کو حکم دو، اگر انہوں نے تمہارا حکم مان لیا تو ہم سب تم پر ایمان لے آئیں گے، وہ بولا خدا سچ فرماتا ہے کہ جب تک یہ نشانیاں نہ دیکھ لیں گے اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ سُن کر خلیفہ ہنس پڑا۔

(۴) مامون رشید کے زمانے میں اکٹھے دس نبوت کے مدعیوں کو گرفتار کرکے قصرِ شاہی لے جایا جا رہا تھا۔ راستے میں بے شمار تماشائی کھڑے تھے۔ انہی تماشائیوں میں سے ایک بیوقوف آدمی یہ سمجھا کہ شاید یہ لوگ شاہی دعوت پر جا رہے ہیں اور اُن کے ساتھ ہولیا تھا جب یہ سب مامون رشید کے سامنے پیش کئے گئے تو دس کے بجائے گیارہ نکلے۔ بادشاہ نے سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب وہ شخص بڑا گھبرایا اور بولا کہ آپ مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ مامون رشید نے پوچھا کیا تم نے نبوت کا دعویٰ

نہیں کیا؟ وہ بولا، اجی کہاں کی نبوت اور کیسی رسالت۔ میں تو یہ سمجھ کر ان کے ساتھ ہولیا تھا کہ شاید یہ لوگ دعوت پر جا رہے ہیں۔ مجھے نبوت سے کیا واسطہ، مامون رشید یہ سن کر ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔

پیٹ کا پجاری

نبان طفیلی سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں کلام اللہ کی کون سی آیت زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اس نے جواب دیا:

مالکم لا تاکلون . تمہیں کیا ہو گیا کہ تم کھاتے نہیں۔

پوچھا تم کون سی آیت پر سب سے زیادہ عمل کرتے ہو؟

تو بولا: کلو اواشربوا. کھاؤ اور پیؤ۔

اس نے پوچھا کہ دُعا کے وقت کون سی آیت پڑھتے ہو تو کہنے لگا: ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء. اے خدا! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما۔

اعمش کی کاروائی

اعمش کے بارے میں جریر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن اعمش سے ملنے کے لئے چلے تو ہم نے ان کو ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ایک کالے حلیہ کا شخص آیا اور جب اس نے اعمش کو دیکھا تو چونکہ اعمش کے بدن پر ایک پُرانا خراب سا اُونی جبہ تھا اس لئے اس نے ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادے سے کہا: مجھے خلیج کے اس پار کر دے اور ان کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کر لیا اور ان پر سوار ہو گیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہوتے وقت جو کلمات مسنون ہیں وہ پڑھنے لگا یعنی:

سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین .

اعمش اس کو لادے ہوئے چل دیئے یہاں تک کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اُسے وہاں پھینک مارا اور کہنے لگے کہ اب یہ دُعا پڑھ:

رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین .

یہ دعا منزلِ مقصود پر پہنچ کر پڑھنا مسنون ہے۔ پھر نکل آئے اور کالا آدمی بیچارہ پانی میں ہاتھ پیر مارتا ہوا چھوڑ آئے۔

(الحیوۃ الحیوان)

لڑکے کا حق

صاحب بن عباد کہتے ہیں کہ مجھے کوئی شرمندہ نہ کر سکا سوائے دو آدمیوں کے۔ ایک ان میں ابوالحسن بہدینی ہے وہ

میرے چند دوستوں کے ساتھ شریکِ طعام تھا۔ میں نے اُسے زیادہ کشمش کھاتے دیکھ کر کہا یہ زیادہ مت کھاؤ کیونکہ یہ معدہ خراب کردیتی ہے اس نے کہا وہ شخص میرے لئے تعجب خیز ہے جو اپنے دسترخوان پر لوگوں کا علاج کررہا ہو اور پرہیز کرا رہا ہو۔

ایسے کو تیسا

ایک لڑکا تھا جو اچھی شوخ طبیعت رکھتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کیا اچھا ہوتا کہ تو میرے تحت ہوتا۔ تو اُس نے فوراً جواب دیا ''تین آدمیوں کے ساتھ'' یعنی اس نے میرا جنازہ اُٹھنے کا وقت مراد لیا۔ میں بڑا شرمندہ ہوا۔

چور پکڑا گیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی گاؤں میں ایک جاٹ رہا کرتا تھا۔ اس گاؤں میں ان دنوں چوریاں بہت ہوتی تھیں۔ ایک دن وہ سوئے ہوئے تھے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر چور آجائے تو کیا کیا جائے۔ تو جاٹ نے خواب میں تمام باتیں کرلیں۔ دوسرے دن جاٹ نے اپنی بیوی کو کوئی بات نہ بتائی اور جب رات ہوگئی تو جاٹ نے اپنی بیوی کو تمام باتیں بتادیں اور وہ بھی باتیں بتا کر سونے لگا تو چور نے ان کے گھر چھلانگ لگادی اور جاٹ نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ میں نے جو باتیں بتائی تھیں وہ یاد کرلو۔ تو بیوی نے جب دیکھا کہ چور چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہے تو بیوی نے اپنے آدمی (جاٹ) سے کہا جو انگوٹھی آج لائے ہو وہ کہاں ہے۔ تو جاٹ نے جواب دیا وہ تو سامنے والی الماری میں ہے جو بغیر تالے کے ہے چور بھاگ کر الماری کی طرف گیا اور اس میں ہاتھ مارا تو اس میں سے شہد کی مکھیوں نے اسے کاٹ لیا تو وہ بڑی زور سے چیخ و پکار کرنے لگا تو جاٹ نے اسے بڑی آواز سے خوش ہوکر کہا کہ انگوٹھی ذرا سنبھال کر پہننا یہ مجھے بھی تنگ آتی ہے۔ پھر صبح ہوتے ہی جاٹ نے اس چور کو پولیس کے حوالے کردیا۔

تو مان نہ مان میں تیرا مہمان

ابو دہقان سے منقول ہے کہ کوئی طفیلی ایک شخص کے ہاں پہونچا تو اس سے صاحبِ مکان نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جسے بلانے کے لئے کسی ایلچی کی ضرورت نہیں یعنی میں بن بلائے ہر ایک کا مہمان ہوجانے والا ہوں۔

فائدہ

اس قسم کا طفیلی ایک مسجد سے گذرا ایک طالبعلم سبق یاد کررہا تھا اور وہ اس لفظ کو بار بار دہرا رہا تھا ''ان ربــــــی

یدعوک" میرا باپ تجھے بلا رہا ہے۔ وہ طفیلی سن کر سیدھا اس کے باپ کے پاس پہونچا۔ (الاذکیاء)

زنانہ شلوار والا امام مسجد

ایک مولوی صاحب کسی مسجد میں با تنخواہ ملازم تھے۔ مقتدیوں سے گھبرائے رہتے تھے۔ ہمیشہ وقت کی پابندی پر مقتدیوں کا جھگڑا رہتا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب کا گذارہ صرف اسی امامت پر تھا وہ بھی مقتدیوں کی ناز برداری کی کوشش میں رہتے تھے۔ ایک دن صبح سویرے اٹھے بجلی بند تھی روشنی کا بھی گھر پر انتظام نہیں تھا۔ شلوار اٹھا کر پہن لی، دراصل وہ شلوار اس کی اہلیہ کی تھی۔ جوں ہی مسجد سے نماز پڑھا کر باہر نکلے تو مقتدی چھینٹ کی شلوار دیکھ کر خوب ہنسے۔ مولوی صاحب نے کہا جلدی میں گھر سے نکلا یہ پتہ نہ کر سکا کہ یہ شلوار میری ہے یا اہلیہ کی۔

نوٹ

اگر وہ صرف تنخواہ خوار نہ ہوتے اور انہیں صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا تو اتنا پریشان نہ ہوتے۔ علماء کرام کو مستغنی ہونا لازمی ہے تاکہ نماز باجماعت پڑھنے پڑھانے کا ثواب حاصل ہو۔

فائدہ

نماز باجماعت ادا کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے چند ایک ملاحظہ ہوں۔

نماز باجماعت پڑھنے کے فضائل

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں پارۂ اوّل کی ۴۳ آیت میں فرماتا ہے: واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین.

ترجمہ

اور قائم کرو نماز کو اور دو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

اس آیت سے نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید ثابت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں تارکِ جماعت کے لئے سخت وعید آئی ہے۔ احادیث میں نماز باجماعت ادا کرنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے چنانچہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "جو شخص چالیس دن باجماعت نماز پڑھے گا، دوزخ سے نجات پانے کا حقدار ہوگا۔" (ترمذی شریف)

فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "اگر لوگوں کو نماز باجماعت کا ثواب معلوم ہو تو سب آکر مسجد میں نماز پڑھیں خواہ انہیں گھٹنوں کے بل ہی آنا پڑے۔ نماز باجماعت پڑھنے کا علیحدہ پڑھنے کی نسبت ۲۵ یا ۲۷ گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ نماز باجماعت

پڑھنے سے پابندیٔ اوقات اطاعت اور مساوات کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔شاہ و گدا سب ایک صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

جو نمازی بعد میں آئے اسے حق نہیں کہ پہلی صف کے نمازی کو ہٹا کر خود کھڑا ہو جائے۔خواہ وہ بادشاہِ وقت ہی کیوں نہ ہو۔اس سے خود بینی و نفسانیت کا مادہ پیدا نہیں ہونے پاتا۔اس لئے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول ﷺ کے فرمان کے مطابق باجماعت نماز ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔اور ہر محلّہ کی مسجد میں نماز کی جماعت ہونا واجب ہے۔

نماز پڑھنے کی دھمکی

پرانے زمانہ کی بات ہے کہ ایک شخص کی اونٹنیاں بہت زیادہ تھیں وہ نمازی کے کہنے پر نمازی بن گیا۔نماز پڑھنا شروع کی تو چند اونٹنیاں مر گئیں۔غم سے چند روز نماز سے رُک گیا۔پھر نمازیوں کے تقاضا پر نماز شروع کی تو پھر اونٹنیاں مرنے لگیں۔اسی طرح کئی مرتبہ ہوا۔آخر فیصلہ کیا کہ نماز نہیں پڑھوں گا۔پھر جب اسے اونٹنیاں ستاتیں تو انہیں جھڑکتے ہوئے کہتا کہ اگر نہیں رکتی ہو تو میں نماز پڑھنے لگ جاؤں گا۔

نوٹ

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ نماز سے وہ اپنی اونٹنیوں کی موت سمجھ بیٹھا ورنہ نماز تو برکت ہی برکت ہے۔

بھوکا جھانکا

نبان طفیلی نے ایک دعوت ولیمہ پر جانا چاہا۔مگر گھر والوں نے روک دیا۔اور اس کو ہٹا کر دروازہ بند کر دیا۔بنان نے کچھ دیر سوچا اور پھر بازار جا کر ایک سیڑھی کرایہ پر لی۔اور سیڑھی لے کر اسی مکان کے پاس آ کر سیڑھی مکان کی دیوار سے کھڑی کر کے اوپر چڑھ گیا۔اور گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو جھانکنے لگا۔گھر والے نے کہا۔ارے تو کون ہے۔تجھے خدا کا خوف نہیں۔تو ہماری عورتوں اور لڑکیوں کو جھانک رہا ہے۔نبان نے کہا۔اے شیخ (اور یہ آیت پڑھ دی) لقد علمت ما لنا فی بنتک من حق وانک لتعلم ما یرید تو خوب جانتا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کوئی کام نہیں۔اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

صاحبِ خانہ ہنس پڑا اور بولا نیچے اتر آ۔اور کھانا کھا لے۔(لطائف علمیہ)

عبادۃ فی المکہ

قال : تضاعف السیئات بمکۃ کما تضاعف الحسنات فی مکۃ السیئات عن مجاھد

تضاعف الحسنا ت وسئل الامام احمد ابن حنبل رحمه الله : تكتب السيئة اكثر من واحد ة ؟ فقال لا الا بمكة لتعظيم البلد المكرم

مکہ معظّمہ میں برائیوں کا گناہ اتنا جیسے اس میں نیکیوں کا۔حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مکہ معظّمہ میں برائیوں کا گناہ ویسے ہے جیسے نیکیوں کا ثواب یعنی اگر نیکیوں کا ثواب یہاں زیادہ ہے تو گناہوں کا حال بھی اس طرح ہے کہ ایک برائی کا لاکھ برائی کے برابر لکھا جاتا ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کیا کسی ایک برائی کا گناہ زائد لکھا جاتا ہے۔آپ نے فرمایا سوائے مکہ کے اس کی عظمت کے پیش نظر ایک برائی پر زائد برائیاں لکھی جاتی ہیں۔

عجیب و غریب امام و مقتدی

حکایت

ایک حافظ صاحب جماعت کرا رہے تھے اور رکوعِ قرآن وہ شروع کر رکھا تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا مذکور ہے۔جب اس آیت پر پہنچے۔فا ذاھی حیة تسعٰی. تو اتفاقاً محراب میں سے ایک سانپ نکل آیا۔اسے دیکھ کر حافظ صاحب ڈر گئے۔اور مارے خوف کے بار بار یہی آیت دہرانے لگے فاذا ھی حیة تسعٰی . فا ذا ھی حیة تسعٰی . اس تکرار کو دیکھ کر ایک مقتدی نے سمجھا کہ شاید حافظ صاحب بھول گئے ہیں چنانچہ اس نے لقمہ دیا۔ فخذھا ولا تخف ڈرو نہیں، پکڑ لو۔یہ ارشاد تو خدائے تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھا مگر حافظ صاحب نے سمجھا یہ مجھے کہہ رہا ہے۔جھٹ مصلّٰی سے ہٹ کر اس مقتدی سے کہا۔تعالیٰ انت وجدک فخذ ھا تم اور تیرا باپ آؤ۔اور اسے پکڑو۔

منہ پھٹ کی کہانی

ایک منہ پھٹ انسان نے مولوی صاحب کے پیچھے نماز شروع کر دی۔امام صاحب پڑھتے ہوئے بھول گئے۔اور بدحواسی سے پڑھنے لگے اعو ذ باللہ من الشیطان الر جیم دو تین بار اسے دہرایا تو اس منہ پھٹ نے پیچھے کھڑے ہوئے کہا شیطان کا کوئی قصور نہیں۔آپ خود ہی قرأة پر قادر نہیں۔

بھوکا

ایک طالب علم سبق دہرا رہا تھا۔ ان ابی یدعوک میرا باپ تجھے بلاتا ہے۔ایک بھوکا سن رہا تھا وہ اس بچے کے باپ کے پاس پہنچ گیا۔اسکے باپ نے کہا میں نے تمہیں نہیں بلایا۔اس نے کہا بچے نے مجھے کہا ہے۔بچے کو بلایا گیا اس نے کہا میں تو سبق یاد کر رہا تھا بھوکے کا حال سن کر اس نے کھانا کھلایا۔

رگِ گل

دہلی کے ایک مشاعرے میں نازک خیال شاعروں نے مصرعہ طرح یہ تجویز کیا۔

''رگِ گل سے بلبل کے پَر باندھتے ہیں''

اس پر کسی ظریف شاعر نے یہ گرہ لگائی کہ

سنا ہے کہ دہلی میں اُلّو کے پٹھے ☆ رگِ گل سے بلبل کے پر باندھتے ہیں

ساغری کے شعر

ساغری نامی ایک شاعر جو فضول شعر کہنے میں بڑا طاق تھا۔ مولانا جامی کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور آپ کو بڑا تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جامی نے تنگ آکر اس کے لئے یہ قطعہ کہا۔

ساغری مے گفت وزوان معانی بردہ اند

ہرکجا در شعر من یک معنی خوش دیدہ اند

دیدم اکثر شعرہائش را یکے معنی نہ داشت

راست میگفت اینکہ معنی ہاش او دز دیدہ اند

یعنی ساغری کہتا ہے کہ اس کے شعروں میں جہاں بھی کوئی اچھا معنی نظر آئے۔ چور شاعر اس کے شعروں کا وہ معنی چرا لیتے ہیں۔ وہ سچ کہتا ہے کیونکہ میں نے اس کے تمام شعر دیکھے ہیں۔ کسی شعر میں کوئی معنی نہیں پایا۔ واقعی اس کے معنی کو چوروں نے چرا لیا ہے۔

عرفی و فیضی

ایک دن عرفی فیضی کی ملاقات کو گئے۔ فیضی اپنی گود میں کتے کے پلّے کو لئے بیٹھے تھے۔ عرفی نے پوچھا ''نام این صاحبزادہ چیست'' اس صاحبزادے کا کیا نام ہے؟

فیضی نے جواب دیا'' خود عرفی است پرسیدن چہ معنی؟ یعنی ظاہر ہی ہے کہ پلّا ہے۔ پوچھنا فضول ہے۔ عرفی نے جواب دیا۔ ''مبارک شد'' ۔ یعنی مبارک ہوگا۔ (مبارک فیضی کے باپ کا نام تھا)

امراضِ قلب کا ماہر

ستمبر ۱۹۷۴ء میں آسٹریا کے شہر دیلاک میں ایک عالمی طبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ موضوع تھا ''دل کے دورے اور ان

کا سدِ باب'' میونخ کے ٦٦ سالہ ڈاکٹر جوزف اسٹریل بھی جو امراضِ قلب کے ماہر تھے، کانفرنس میں مدعو تھے، ان پر عین اس وقت دل کا دورہ پڑا جب وہ اس موضوع پر کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔

قولنج کا ماہر

مشہور مسلمان طبیب بوعلی سینا درد قولنج کے علاج کے ماہر تھے۔ بے شمار مریضوں نے ان کے علاج سے شفا پائی لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ خود انہوں نے درد قولنج کی وجہ سے وفات پائی۔

بادشاہ انگریزوں کا، لیکن انگریزی سے بے بہرہ

جارج اول نے ۱۷۱۴ء سے ۱۷۲۷ء تک انگلستان پر حکومت کی۔ وہ ۱۶۶۰ء میں جرمنی میں پیدا ہوا تھا اور انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انگلستان کے تخت پر بیٹھنے کے بعد بھی اس نے کبھی انگریزی سیکھنے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ زمانہ طالب علمی میں اپنے استاد حضرت مولانا معین الدین کی خدمت میں ساتھیوں سمیت بیٹھے تھے۔ مولانا نے عینک دو ابرو پر رکھ چھوڑی تھی جیسے عینک پہننے والوں کی عادت ہے اسے بھول گئے اور لگے عینک تلاش کرنے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا عینک علی عینک، عینک آپکی آنکھ پر ہے۔ (کذا قال مولانا محمد منشا صاحب قصوری)

(۲) ابن ہرمہ ابو جعفر (برمکی) کے پاس گیا تو اس نے فرمایا کچھ مانگو۔ عرض کی آپ اپنے افسروں کو لکھیں کہ وہ مجھے نشہ کی حالت میں پائیں تو مجھے کوڑے نہ ماریں۔ فرمایا یہ شرعی حد ہے میں اسے کیسے لکھوں۔ عرض کی یہ لکھو کہ اسے نشہ کی وجہ سے اسّی (۸۰) کوڑا اور جو اسے پکڑ لائے اسے سو کوڑا مارو۔ ابو جعفر نے یہ حکم لکھ دیا۔ اب جب بھی شراب پیتا تو اسے کوئی بھی گرفتار نہ کرتا کہ کون اسّی (۸۰) کے عوض میں سو کوڑا کھائے۔ (اذکیا ابن الجوزی)

(۳) شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد ازدی کو حمام میں ننگے بدن دیکھ کر آنکھیں بند کر دیں۔ داؤد ازدی نے کہا کب سے اندھے ہوئے ہو جناب۔ فرمایا جب سے جناب کو خدا تعالیٰ نے ننگا کیا ہے۔ (اذکیا، ابن الجوزی)

عجائبات دنیا

در ملک دکن کوہ است بطول سی یا چھل کردہ از جانب شمال مثل کمان مقوس گردیدہ دامان کوہ صحرابے بسیار است و بررہ اہ ددر رآمد این صحرا یکے از پیشینان میگویندکہ

سکندر ذوالقرنین دیوارے قائم کردہ است برائے چند سبب یکے آئکہ سباع وحشرات موذھی مہلکہ مبادا انسان ازدست آنہا حضرت بینند دوم آنکہ دران صحرا گذارہ جنات ودیو وپریھا و طلسمات ایشان درانجا بسیارا ست مبادا یشاں گرفتار شوند سوم آنکہ دن قسمی است در سنگ کہ آنرا آدم با گویندچنانچہ مقناطیس آھن ربا است چنانچہ ھرہ معروف کاہ ربا ست بدیدن اوانبساط شدید انسان را عارض میشودکند وبواسط انبساط وانجذاب باد ھلاك میگردد ۔ (ص ۱۱۳ج ۲ فتاوی عزیزیہ)

ترجمہ

دکن میں چالیس کوس کا ایک جنگل جس کا گھیرا کمان جیسا ہے اور وہ کوہ صحراب کے بائیں جانب واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں پر سکندر نے دیوار کھڑی کی تھی اسکے چند وجوہات تھیں (۱) درندوں اور حشرات موذیہ سے انسانوں کی حفاظت (۲) وہاں جنگل میں دیو جنات، پریاں اور طلسمات ہیں دیوار سے انسانوں کو بچالیا گیا۔ (۳) وہاں پر ایک عجیب پتھر ہے جب انسان اسے دیکھ لے تو ہنستے ہنستے اس وقت بس ہوتا ہے جب موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے پتھر کو آدم رباء کہا جاتا ہے یعنی وہ آدم زادے کا مقناطیس ہے اس سے انسانوں کو بچانے کے لئے۔

فائدہ

اس طرح کے سلطان سکندر کے بیشمار کارنامہ ہیں۔ سربراہان مملکت کو سبق ہے کہ ایسی یادگاریں چھوڑیں جن سے رہتی دنیا تک خلقِ خدا کو فائدہ ہو۔

عجوبے

پہلا عجوبہ

(۱) پرانے زمانے میں روم اور یونان کے لوگ ایک دیوی کی پوجا کرتے تھے اس دیوی کو یونان والے آرٹمیس اور روم والے ڈانٹا کر کہا کرتے تھے۔ یونانیوں نے شہر یوفیس میں اس دیوی کا عظیم الشان مندر بنایا جس کے سوستون تھے۔ ہر ستون تقریباً چھ فٹ چوڑا اور ساٹھ فٹ بلند تھا۔ سنگ مرمر کی چھتیں تھیں اور دروازوں پر سونے کا خول چڑھایا گیا تھا۔ دیوی کا یہ مجسمہ ایک پتھر سے تراشا گیا تھا اور اس کے سامنے ایک پردہ بطور نقاب ہر وقت لٹکا رہتا تھا۔ اس پردے کو صرف خاص موقعوں پر اٹھایا جاتا تھا۔ مندر کے مرکزی حصے میں صرف سونے چاندی کے ڈھیر لگے رہتے تھے جو آدمی اس مندر میں آکر

دیوی کی پناہ لے لیتا تھا اور اسے زمانے کے رواج کے مطابق کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی اور نہ اسے قیدی بنایا جا سکتا تھا۔ تیسری صدی میں گاتھرون نے جسے خوبصورت چیزوں سے نفرت تھی اس مندر کو تباہ کر دیا۔ اسکے بعد ایک سخت زلزلے نے بھی بڑی تباہی مچائی۔ عرصہ بعد کھدائی کے بعد اس عجیب وغریب مندر کے آثار برآمد ہوئے یہ آثار بہت سے عجائب خانوں میں محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

دوسرا عجوبہ

(۲) شہر بابل کے وہ فضائی باغات ہیں جن کے کھنڈر بغداد سے دریائے فرات کے کنارے کنارے پچاس میل کے فاصلے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ بابل کے ایک بادشاہ کی نوجوان ملکہ کسی پہاڑی ملک کی رہنے والی تھی اسے اس ملک کی ہموار زمین پسند نہ تھی چنانچہ بادشاہ نے اس کی خاطر یہ فضائی باغات تیار کرائے۔ کئی کئی منزلہ عمارتوں کی طرح ان کا باغ بھی زمین سے کافی بلند تھا۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ باغات ہوا میں لٹک رہے ہوں۔ ان باغات کے اوپر نیچے کئی منزلیں ہیں سب سے نچلی منزل پر باغ ایک پل کی چوٹی پر لگایا گیا تھا بعض پل ۷۵ فٹ بلند تھے ان باغات میں سفید سنگ مرمر کے نفیس کمرے تھے۔ اور نہانے کے لئے رنگین پانی کی چھوٹی چھوٹی جھیلیں تھیں۔

تیسرا عجوبہ

(۳) ہیلیوس یا سورج دیوتا کا بت تھا۔ قدیم یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ سورج دیوتا اپنی آتشیں رتھ پر بیٹھ کر آسمان کا دورہ کرتے ہوئے دنیا کو روشنی پہنچاتا ہے۔ یہ بت بارہ سال کی محنت کے بعد ایسی دھات سے تیار کیا گیا تھا جو دھوپ میں سونے کی طرح چمکتی تھی۔ بت کا ایک پاؤں جزیرہ رہوڈس سے ایک کنارے پر اور دوسرا پاؤں دوسرے کنارے پر تھا۔ بت کی بلندی ایک سو بارہ فٹ تھی اس کے ہاتھ میں ایک لیمپ بھی تھا جب اس کی ٹانگوں کے نیچے سے جہاز گزرتے تو بہت ہی چھوٹے معلوم ہوتے جب اسے بندرگاہ پر تعمیر ہوئے ساٹھ سال گزر گئے تو ایک خوفناک زلزلے نے اسے گرا دیا۔

چوتھا عجوبہ

(۴) موسولوس شاہ کا ایشیائے کوچک کا مقبرہ ہے جب بادشاہ نے وفات پائی تو اس کی ملکہ آرٹمیپیا نے عہد کیا کہ وہ اپنے شوہر کا ایسا شاندار مقبرہ تعمیر کرائے گی جس سے اس کی شہرت کا آفتاب ہمیشہ چمکتا رہے گا مقبرے کی تعمیر کے لیے بہترین کاریگر منتخب کیے گئے اتفاق سے ملکہ مقبرے کی تعمیر سے پہلے مرگئی مگر اس کے وفادار کاریگروں نے ملکہ کی آرزو کے مطابق مقبرہ تعمیر کر دیا۔ یہ مقبرہ زمین سے ۱۴۰ فٹ بلند تھا اس کا فرش سنگ مرمر اور سنگ سبز کا تھا۔ بادشاہ کی لاش مقبرے کے عین وسط میں

دفن کی گئی۔ مقبرے کی چوٹی پر چار گھوڑے ایک شاندار گاڑی کو کھینچ رہے تھے۔ جس میں بادشاہ موسولوس اور ملکہ آرٹمپیا کے مجسمے بٹھائے گئے تھے اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ لوگ آسمان کی سیر کر رہے تھے۔

پانچواں عجوبہ

(۵) فاروس اسکندریہ ہے یہ دنیا کا سب سے پہلا اور بڑا روشنی کا مینار شمار کیا جاتا ہے یہ مینار اسکندریہ کے ایک باشندے سوسٹراٹس نے تعمیر کرایا تھا۔ سوسٹراٹس ایتھنز کی ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے یہ لڑکی ایک شخص کے ہمراہ اس کے پاس یونان سے مصر آئی تھی کہ دفعتاً سمندر میں طوفان آ گیا وہ طوفان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔ سوسٹراٹس نے اس حادثے سے متاثر ہو کر جزیرہ فاروس کے مشرقی کنارے پر روشنی کا ایک مینار بنوایا تھا جس کی بلندی چار سو فٹ تھی مینار کی چوٹی پر تمام رات آگ روشن رہتی تھی جو میلوں سے جہاز دانوں کو نظر آتی تھی۔ ایک زبردست زلزلے نے اس مینار کو تباہ کر دیا اور اس کی روشنی ہمیشہ کے لیے بجھ گئی۔

چھٹا عجوبہ

(۶) زیئس کا بت ہے قدیم یونانیوں کے عقیدہ کے مطابق دنیا پر یہی دیوتا حکومت کرتا تھا اور اولمپیا میں اسکی تعمیر پر سو سال کی مدت صرف ہوئی۔ عمارت سنگ مرمر کی اور دیواریں کسی دوسرے پتھر کی تھیں۔ زیئس کا بت پانچ سال کی لگاتار محنت سے تیار ہوا تھا۔ اس کا سر طلائی تھا۔ چوبی تخت پر ہیرے، جواہرات اور خوبصورت تصویریں پڑی رہتی تھیں۔

ساتواں عجوبہ

(۷) اہرام مصر ہے۔ یہ قدیم زمانے کے مصری بادشاہوں کے مقبرے ہیں جو آج سے تقریباً چھ ہزار سال پہلے تعمیر کئے گئے تھے۔ بظاہر یہ مقبرے مخروطی شکل کے ہیں جو قاہرہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ سب سے بڑے مینار کی بلندی ساڑھے چار سو فٹ ہے اس کے چاروں پہلو سکڑتے سکڑتے آخر ایک چوٹی پر جا ملتے ہیں اس کی تعمیر پر بیس سال صرف ہوئے۔ لاش مینار کے اندر وسطی کمرے میں سطح زمین سے تین سو فٹ نیچے رکھی جاتی تھی ان لاشوں پر ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا جس سے وہ بالکل محفوظ ہو جاتی تھیں چنانچہ اتنی مدت گزر چکی اب تک وہ لاشیں اپنی اصلی حالت میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو ممی کہتے ہیں۔ لاش جس مصالحہ سے محفوظ کی جاتی تھی اس کا علم صرف قدیم مصریوں تک محدود تھا اس کے علاوہ تاج محل آگرہ اور دیوار چین بھی عجوبات میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ (ماخوذ)

اکبری ایجادات

بادشاہ اکبر اہلِ علم وفن کا قدردان اور سرپرست تھا۔اس دور کے بڑے بڑے علماء وفضلاء ادباء وشعراء اور ماہرین فنون لطیفہ اس کے دربار سے وابستہ تھے۔اکبر کی اس علمی سرپرستی نے اس عہد کے صناعوں اور موجدوں کیلئے ایجادات اور اختراعات کے دروازے کھول دیئے اور انہوں نے طرح طرح کی عجیب وغریب چیزیں ایجاد کیں اور تمدنی ترقی کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا۔ان میں سے دو چار کا حال درج ذیل ہے۔

کَل کی چکّی

اس کے موجد امیر فتح اللہ تھے۔یہ ملک ایران کے مشہور شہر شیراز کے رہنے والے تھے۔اکبر نے انہیں ہندوستان آنے کا حکم دیا۔اور وہ فتح پور آکر امین الملک کے عہدے پر فائز ہوئے۔یہ چکّی ہوا اور پانی کے زور سے نہیں بلکہ خود بخود چلتی تھی۔

انوکھا حوض

اس کے بنانے والے حکیم علی تھے۔یہ دربار اکبری کے مشہور حکیم اور موجد تھے۔اس کی کیفیت یہ تھی کہ حوض کے اندر ایک مختصر سا کمرہ تھا۔جس میں دس بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔کمرہ ہوادار اور روشن تھا۔کمرے میں ہر طرف سے روشنی آتی تھی۔لیکن ہوا کا رخ اس طرح قائم کیا گیا تھا کہ پانی نہیں آسکتا تھا۔کمرہ فرش فروش سے آراستہ تھا۔کھانے پینے کی ہر چیز یہاں ملتی تھی۔

عجیب و غریب توپیں

اکبری دور کے صناعوں نے طرح طرح کی توپیں ایجاد کیں۔ان میں سے ایک سترہ نال کی تھی اور ایک ہی دفعہ سب نالیں سر ہوتی تھیں۔ایک ایسی تھی کہ چوڑیوں کے حلقے کی طرح الگ الگ ہو جاتی تھی۔اور بوقت ضرورت حلقے ملا دیئے جاتے تو ایک توپ بن جاتی۔

آتشیں توپیں

اکبر گیند کھیلنے کا بہت شوقین تھا۔کبھی کبھی راتوں کو بھی گیند کھیلتا تھا۔اس لئے موجدوں نے اس قسم کے گیند ایجاد کیئے کہ رات کو شعلہ کی طرح نظر آئیں۔آج کے ایٹمی دور میں یہ ایجادات واختراعات ایک معمولی بات ہے۔لیکن بقول شبلی اس زمانے میں یورپ میں بھی عجیب وغریب سمجھی جاتی ہوں گی۔

حجاج کی کہانی

حجاج بن یوسف سیر کو گئے۔شہر میں پہنچے تو اپنے مصاحبوں کو علیحدہ کر دیا اور اکیلے رہ گئے۔ایک بوڑھے کو آتے دیکھا تو اس سے کہا اے شخص تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔اس نے جواب دیا قبیلہ بنو عجل سے،حجاج نے پوچھا ملک کے حاکموں کے متعلق تیری کیا رائے ہے۔بوڑھے نے جواب دیا تمام کے تمام ظالم ہیں لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔اور زبردستی ان کا مال چھین لیتے ہیں۔پھر حجاج نے پوچھا۔حجاج کے متعلق تمہارا کیا خیال۔اس نے جواب دیا کہ وہ تو سب سے بڑا ظالم ہے۔خدا اس کا منہ کالا کرے اور اس کا بھی منہ کالا کرے جس نے اس کو ملک کا حاکم مقرر کیا۔حجاج نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔بوڑھے نے جواب دیا کہ بخدا میں نہیں جانتا۔اس نے کہا کہ میں حجاج بن یوسف ہوں۔بوڑھے نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں۔جواب دیا نہیں۔بوڑھے نے کہا قبیلہ بنو عجل کا پاگل ہوں۔عامر میرا نام ہے۔مجھ پر دن میں ایک مرتبہ دورہ پڑتا جیسے کہ اب پڑا ہوا ہے۔بوڑھے کا یہ جواب سن کر حجاج ہنس پڑا اور اس کو انعام دیا۔

شرارتی شاگرد

ایک استاد صاحب کے پاس بتاشے آئے اس نے بخل کی وجہ سے لوٹے میں اسے آٹے سے بند کر دیا تاکہ لڑکے نہ کھا جائیں۔شاگردوں نے نیچے سے سوراخ کر کے اس میں پانی ڈالا تو وہ شربت بن گیا جسے انہوں نے پی کر لوٹا اسی طرح رکھ دیا جیسے استاد صاحب نے رکھ چھوڑا تھا۔

دو بد نصیب انسان

اسحاق بن ابراہیم کا ایک غلام تھا اسکے ذمہ تھا شاہی محل میں پانی کی کمی نہ آنے دے۔ایک دن اسحاق نے غلام سے خیریت پوچھی تو کہا اس محل میں صرف دو ہی بد نصیب ہیں ایک میں دوسرے آپ۔اسحاق نے فرمایا وہ کیسے۔آپ کو ان سب کے کھانے کا بندوبست کرنا پڑتا ہے اور مجھے پانی کا۔غلام کی بات سن کر اسحاق نہ صرف ہنس پڑا بلکہ اس لطیفہ کی وجہ سے اسے آزاد کر دیا۔

نقطے نے کیا کر ڈالا

ایک دن سلیمان بن عبد الملک نے اپنے ایک منشی کو بلایا اور کہا کہ حاکمِ مدینہ کو لکھو۔ان احص المخنثین یعنے شمار کر کہ مدینہ میں مخنث کتنے ہیں؟منشی کے قلم سے اتفاقاً "ح" کے اوپر ایک نقطہ لگ گیا۔جب یہ حکم حاکم مدینہ کو پہنچا۔تو اس نے پڑھا۔ "اخص المخنثین" یعنے مدینہ کے مخنثوں کو خصی کر دو چنانچہ اس نے حکم کی تعمیل کی اور یہ علم بعد میں ہوا کہ "ح" پر نقطہ غلطی سے

لگ گیا ہے۔

اکبر الہ آبادی مرحوم کی طنزیات

(۱)خوش نصیب

گوہرنامی طوائف نے اکبرالہٰ آبادی سے درخواست کی کہ کوئی شعر میرے لئے بھی ہو جائے۔

اکبر نے فی البدیہہ کہا ؎

خوش نصیب آج بھلا کون ہے گوہر کے سوا
سب کچھ اللہ نے دے رکھا ہے شوہر کے سوا

(۲)شبِ برأت کی تقریب پر اکبرالہٰ آبادی سے ایک دوست نے شبراتی طلب کی تو کہا:

تحفہ شبرات کیا دوں میں ☆ جان من تم تو خود پٹاخہ ہو

(۳) ۱۹۱۹ء میں انفلوئنزا کی وبا بڑے شدومد سے پڑی۔ بہت سے لوگ اس مرض سے مر گئے۔اکبر نے اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ مرض کہاں سے یہاں آیا ہے؟کسی نے جواب دیا اسپین سے۔اکبر نے فوراً کہا ؎

انفلوئنزا سنا آیا یہاں اسپین سے

ایک گرجا گھر کو دیکھا۔تو کہا:

(۴) الٰہی خانۂ انگریز گرجا ☆ طفیل مصطفےٰ یہ دین پھر جا

(۵)ایک مرتبہ داڑھی اور زلفِ محبوب کو اس رنگ میں ادا کیا ؎

ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو
مس زلف دکھاتی ہے کہ پس لام کو دیکھو

کبڑا بونا

زمانہ قدیم میں شہر کاشغر میں ایک درزی رہتا تھا۔اسے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ایک دن حسب معمول وہ اپنی دکان پر بیٹھا کپڑے سی رہا تھا کہ ایک کبڑا بونا اس کی دکان کے دروازے پر بیٹھ کر اپنے طنبور پر گانے بجانے لگا۔درزی کو اس کا گانا بہت پسند آیا اور جب دکان کو بند کر کے گھر جانے لگا۔تو کبڑے کو اپنے ساتھ لے گیا کہ بیوی کو بھی اس کا گانا سنوائے۔جب گھر پہنچے تو بیوی نے ان کے سامنے کھانا رکھا۔اس دن اتفاق سے درزی کے گھر مچھلی پکی تھی۔ کبڑا بھی درزی کے ساتھ

کھانے میں شریک ہوا۔ شامت جو آئی۔ حلق میں ایک کانٹا اٹک گیا۔ ہر چند درزی اور اس کی بیوی نے اپنی سی بہت کچھ کوشش کی مگر کانٹا نہ نکلا۔ کبڑے کا دم گھٹ گیا اور بیہوش ہو گیا۔ اس حادثے سے دونوں بہت ڈرے کہ ایسا نہ ہو اس کے قتل کے الزام میں دھرے جائیں۔ درزی کے مکان کے پاس ایک حکیم رہتا تھا۔ درزی اور اس کی بیوی نے یہ تجویز کی کہ کبڑے کی لاش کو اس کے مکان میں رکھ آئیں۔ درزی نے حکیم کے دروازے پر جا کر دستک دی۔ اس پر ایک خادمہ جس کے ہاتھ میں چراغ بتی کچھ نہ تھا نیچے اتری اور پوچھا تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔؟

درزی نے اس کے ہاتھ میں پانچ روپے دے کر کہا اپنے آقا کو خبر کرنے گئی۔ درزی اور اس کی بیوی کبڑے کو اوپر کے زینے پر کھڑا کر کے چلتے بنے۔ حکیم بیمار کی خبر پا کر زینے میں آیا۔ روشنی ساتھ نہ لایا۔ جلدی میں کبڑے سے اس زور سے ٹکرایا کہ کبڑا لڑھکتا لڑھکتا زینے سے نیچے آپڑا۔

حکیم نے خادمہ کو پکار کر کہا کہ جلد روشنی لا۔ جلدی کر جلدی۔ روشنی آئی تو حکیم صاحب کو معلوم ہوا کہ بڑی مصیبت پڑی۔ بولا۔ افسوس! صد افسوس! میں نے کیوں بے روشنی نیچے اترنا چاہا۔ بیچارے کو میرے پاس علاج کے لئے لائے تھے۔ دھکا لگا اور وہ میری نادانی اور غفلت سے یوں ہلاک ہوا۔

پھر یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر پولیس کو خبر ہوئی تو شامت آجائیگی۔ اس ڈر سے کبڑے کو اٹھا کر میاں بیوی اوپر لے گئے۔ اور صلاح و مشورے کے بعد اس کے بازوؤں میں رسی باندھ کر ایک مسلمان کے مکان میں جو پچھواڑے رہتا تھا۔ آتشدان میں اتار دیا۔ کبڑا دیوار سے اس طرح لگ کر کھڑا ہو گیا گویا زندہ ہے۔

اس مکان کا مالک بادشاہ کا مودی تھا اور اس میں روغن غلہ اور ہر قسم کی جنس جمع رہتی تھی۔ چوہے اس کا بہت نقصان کرتے تھے۔ اتفاقاً اس رات مودی کسی بارات میں گیا تھا۔ وہاں سے دیر کے بعد پہنچا۔ لالٹین ہاتھ میں لئے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک شخص آتشدان میں دیوار سے لگا کھڑا ہے۔ مودی تھا قوی آدمی۔ اس نے ہاتھ میں لکڑی اٹھائی اور اسے چور سمجھ کر بے تحاشا پیٹنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا خوب! میں تو سمجھتا تھا کہ چوہے میرا گھی اور غلہ کھا جاتے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ ہی چمنی کے راستے سے اتر کر میرا نقصان کر جاتے ہیں۔

آخر مودی نے اسے اتنا پیٹا کہ کبڑا دھڑ سے زمین پر گر پڑا۔ مودی اس پر بھی اسے مارتا رہا۔ مگر جب دیکھا کہ چور ہلتا جلتا نہیں تو ڈر گیا اور کہنے لگا غضب ہوا۔ میں نے ایک آدمی جان سے مار ڈالا۔ اب میرا بچنا محال ہے۔ آخر کچھ سوچ کر لاش اٹھا کر بازار کے کونے میں ایک دکان کی دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی۔ ابھی سورج نہ نکلا تھا کہ ایک مالدار نصرانی سوداگر کسی ضیافت سے اپنے گھر واپس آرہا تھا۔ اتفاق سے اس کا گزر اس بازار سے ہوا جہاں مودی کچھ دیر پہلے کبڑے کی لاش کھڑی کر گیا تھا۔

سوداگر اپنی دھن میں جا رہا تھا۔ کبڑے کے دھکا لگا اور وہ اس پر آ پڑا۔ سوداگر کا خیال پیدا ہوا کہ چور ہے۔ اس کے ٹھوکریں لگا نے لگا اور چّلایا دوڑنا دوڑنا چور ہے چور! یہ شور چوکیدار کے کان میں پہنچا۔ وہ فوراً وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک نصرانی ایک مسلمان کو مار رہا ہے۔ پوچھا تم ایک مسلمان کے ساتھ اس بدسلوکی اور بے عزتی سے کیوں پیش آئے؟ سوداگر نے کہا یہ تو میرے کپڑے اتار لیتا پیچھے سے مجھ پر آپڑا اور میرا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔

چوکیدار نے کہا تم نے بھی تو اسے کافی سزا دے لی۔ اور دل کا بخار نکال لیا۔ بس اب جانے دو اور اسے چھوڑ دو۔

اتنے ہی میں معلوم ہوا کہ بونا مردہ ہے۔ چوکیدار بولا۔ نصرانی اب ایسے دلیر اور بے باک ہو گئے ہیں کہ خواہ مخواہ ایک مسلمان کے قتل کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر اس نے نصرانی کو پکڑ لیا اور قاضی کے گھر لے چلا۔ سوداگر اثنائے راہ میں سوچتا جا رہا تھا کہ میرے خفیف مکوں کے صدمے سے آدمی کیوں مر گیا۔ قاضی نے چوکیدار کی رپٹ پر لاش کو دیکھا۔ سودا گر سے پوچھا تم نے اسے مارا ہے؟ اس سے تو انکار نہ کر سکا کہ یہ مردہ نہیں مگر اس نے یہ کہا کہ میں نے اسے نہیں مارا۔ قاضی کو یاد آیا کہ یہ بونا بادشاہ کا مسخرا تھا۔ پس جب تک بادشاہ کی اجازت نہ لی جائے سزا دینی مناسب نہیں۔ یہ سوچ کر محل شاہی پر پہنچا اور بادشاہ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ ہم ایسے نصرانی پر رحم نہیں کر سکتے۔ جو ایک مسلمان کا یوں خون کر دے۔ اس پر قاضی نے حکم دیا کہ سولی گاڑھی جائے۔ اور تمام شہر میں منادی کی جائے کہ آج ایک نصرانی کو جس نے ایک مسلمان کا خون کر دیا ہے پھانسی دی جائیگی۔ آخر سوداگر کو سولی پر لائے اور جلاد اسے سولی پر چڑھانے کو تھا کہ بادشاہ کا مودی رش کو چیرتا پھاڑتا آگے بڑھا اور چلّا کر بولا۔ ٹھہرو اسے سولی نہ دو۔ اس کا قاتل میں ہوں۔ سوداگر نے تو چور کے دھوکے میں اس کے مکے مارے ہیں۔ قاضی نے کہا اچھا نصرانی کو چھوڑ دو اور اسے اس کی بجائے سولی پر چڑھاؤ۔ کیونکہ یہ شخص خود اپنی زبان سے اپنے جرم کا اقراری ہے۔

جلاد نے سوداگر کو چھوڑ کر مودی کو پکڑ لیا اور اسے سولی دینے ہی کو تھا کہ یہودی حکیم نے آواز دی اسے سولی نہ دینا۔ یارو مجھے راستہ دو کہ میں آگے جاؤں اور بتاؤں کہ اصلی قاتل میں ہوں۔ یہ محض بے گناہ ہے۔ میں اپنی غفلت سے اس کی ہلاکت کا باعث ہوا۔ قاضی کو جب معلوم ہوا کہ اصل قاتل یہودی حکیم ہے تو کہا مودی کو چھوڑ دو اور حکیم کو گرفتار کر لو۔ حکیم صاحب دار پر چڑھنے کو تھے کہ درزی آگے بڑھا اور فریاد کی۔ ہاں! ہاں! اسے پھانسی نہ دینا۔ یہ محض بے گناہ ہے اس کبڑے کا قاتل میں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک بے گناہ میرے جرم کی عوض سولی چڑھے۔

قاضی حیران تھا کہ کس کو پکڑے اور کسے چھوڑے۔ چاروں اپنی زبان سے اقبالی ہیں۔ آخر درزی، حکیم، مودی اور سوداگر چاروں کو ساتھ لے اور کبڑے کی لاش ایک چارپائی پر ڈال ایوانِ شاہی کا راستہ لیا کہ بادشاہ سے یہ تمام ماجرا بیان کرے۔

جب بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے تو قاضی نے بادشاہ کے قدموں پر بوسہ دیا اور بونے اور چاروں ملزموں کا صحیح صحیح حال بیان کیا۔ یہ قصہ ایسا عجیب وغریب نظر آیا کہ بادشاہ نے خود اپنے میر منشی سے تمام حالات مفصل تحریر کرائے۔

پھر بادشاہ نے ملزموں سے کہا کہ تم سب اپنا اپنا قصہ فلاں بوڑھے حجام کو سناؤ۔ یہ حجام کبھی کبھی دربار شاہی میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب حجام نے یہ قصہ سنا تو کہا واقعی یہ قصہ نہایت عجیب ہے۔ مگر میں بھی تو بونے کو ذرا قریب سے دیکھوں۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آیا زمین پر بیٹھ گیا۔ بونے کا سر اپنے گھٹنوں میں لے لیا اور غور سے دیکھا تو اسے ایسی ہنسی آئی کہ لوٹ پوٹ گیا۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ میں بادشاہ کے حضور میں ہوں۔ جب ہوش میں آیا تو بادشاہ نے فرمایا بوڑھے میاں! اتنا کیوں ہنسے؟

حجام نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ حضور کے تخت کی قسم۔ بونا مرا نہیں ابھی زندہ ہے۔ اور میں ابھی اس کی تصدیق کرائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی صندوقچی اٹھائی اور ایک خوشبودار دوا کی شیشی نکال کر بونے کی گردن پر دیر تک ملتا رہا۔ پھر ایک صاف باریک اوزار نکالا۔ اور بونے کا منہ کھول کر اسے اس کے حلق میں داخل کر کے مچھلی کا ایک کانٹا نکال کر سب کو دکھایا۔ کانٹا نکلتے ہی بونے کو چھینک آئی ہاتھ پاؤں ہلائے اور جینے کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔

کبڑے کو دوبارہ زندہ دیکھ کر بادشاہ اور حاضرین دربار حیران رہ گئے کہ آٹھ دس پہر مردہ رہ کر بونا دفعۃً جی اٹھا۔ حجام کے کمال پر اور بھی متعجب تھے کہ اس نے مردے کو زندہ کر دیا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ درزی، یہودی حکیم، مودی اور نصرانی کو ہمارے روبرو خلعت دیا جائے کہ عمر بھر ان کو اپنی اپنی سرگزشت یاد رہے اور حجام کو ایک وثیقہ عنایت کر کے اپنی خدمت میں رکھ لیا کہ ہمیشہ دربار میں حاضر رہے۔

بوعکاس قاضی کی کہانی

عرب کے ملک میں ایک شیخ تھا۔ جس کا نام بوعکاس تھا۔ بارہ قبیلوں پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی طرف سے ہر ایک قبیلے میں ایک ایک قاضی تھا۔ دانشمند اور ایماندار تھا۔ ملک میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو اس سے پوشیدہ ہو۔ اس زمانے میں چوروں اور لٹیروں کے ہاتھ سے رعایا بہت پریشان تھی۔ پہلے بوعکاس نے ان کی خوب خبر لی اور ان کا وجود اپنے ملک سے مٹا دیا۔

بوعکاس کی عادت تھی کہ اجنبی مسافر کا بھیس بدل کر اپنے ملک میں پھرنے کو نکل جاتا تھا اور راستے پر سونے کی مہر پھینک دیتا۔ آپ دور کھڑا رہتا اور اسے نگاہ میں رکھتا۔ اگر کوئی شخص اسے اٹھا کر اور جیب میں ڈال کر آگے چل دیتا تو فوراً اپنے کسی افسر کو اشارہ کرتا وہ آگے بڑھ کر جھٹ اس شخص کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ یہ وجہ تھی کہ عرب کے لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی بچہ بھی سر پر سونے کا تاج رکھ کر بوعکاس کے ملک میں سے گزرے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ شیخ کو

کسی طرح معلوم ہوا کہ اس کے بارہ قبیلوں میں سے فلاں قبیلے کا قاضی اس خوبی سے انصاف کرتا ہے کہ اگر اس کو اپنے زمانے کا سلیمان کہیں تو بجا ہے۔ بوعکاس نے ارادہ کیا کہ اس امر کا امتحان خود وہاں جا کر کرے۔ چنانچہ اس نے عام آدمیوں کا سا لباس پہن لیا۔ نہ اپنے ساتھ کوئی سپاہی لیا نہ خدمتگار۔ اور ایک عربی گھوڑے پر سوار ہو کر اس شہر کی راہ لی جہاں قاضی رہتا تھا۔ جب شہر کے دروازے پر پہنچا تو ایک لولے نے اس کی عبا کا دامن پکڑ کر سوال کیا۔ بوعکاس نے اس کو کچھ خیرات کے طور پر دیا۔ لیکن لُولے نے پھر بھی دامن نہ چھوڑا۔ شیخ نے پوچھا میں نے تجھے خیرات تو دے دی اور اب کیا چاہتا ہے؟ کیا میں اور بھی تیرے کسی کام آ سکتا ہوں؟ لُولے نے کہا مجھ جیسے اپاہج کو بچانا تیرے اختیار میں ہے۔ جہاں کا میں قصد رکھتا ہوں وہاں آج میلا ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو میری مدد نہ کریگا تو میں تماشائیوں۔ گھوڑوں اور اونٹوں کے پاؤں کے نیچے آ کر پس جاؤنگا۔ بوعکاس نے کہا میں کس طرح تجھے بچا سکتا ہوں؟ لُولے نے کہا مجھے اپنے پیچھے بٹھا لے اور بازار میں جہاں مجھے کام ہے اتار دے۔ شیخ نے اس بات کو منظور کیا اور گھوڑے پر سے جھک کر لُولے کو بڑی مشکل سے اٹھا کر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب دونوں بازار میں پہنچے تو شیخ نے کہا لو اب اتر جاؤ۔ لُولے نے کہا کس لئے؟ شیخ نے کہا اس لئے کہ میں اپنا گھوڑا لے جاؤں۔ لُولے نے کہا اس کے کیا معنی؟ گھوڑا تو میرا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس شہر کا قاضی نہایت عادل اور انصاف پسند ہے۔ اگر یہ مقدمہ ہم اس کے پاس لے جائیں تو وہ یقیناً میرے حق میں فیصلہ کریگا۔ شیخ نے کہا یہ تو خوب بات ہے۔ جب گھوڑا میرا ہے تو وہ تیرے حق میں فیصلہ کیوں کریگا؟ لُولے نے کہا کیا تجھے اتنی بھی سمجھ نہیں کہ جب قاضی دیکھے گا۔ کہ تیرے پیر تو صحیح وسلامت ہیں اور میں لُولا ہوں۔ تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ گھوڑا اسی شخص کا ہونا چاہئے جس کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔

شیخ نے کہا اگر وہ ایسا کریگا تو اس کو عادل کس طرح کہہ سکتے ہیں؟

لولا یہ سن کر کہنے لگا کہ اس کے عادل ہونے میں تو شک نہیں۔ لیکن ایسا کونسا انسان ہے جو خطا اور سہو سے خالی ہو؟ شیخ نے اپنے دل میں کہا کہ قاضی کے عدل وانصاف کو جانچنے کا یہ اچھا موقع ہے۔ لُولے سے کہا کہ چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ دیکھیں قاضی کیا فیصلہ کرتا ہے۔ جب دونوں قاضی کی عدالت میں پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ دو مقدمے ان سے پہلے آئے ہوئے ہیں۔

پہلا مقدمہ ایک فلسفی اور کسان کے درمیان تھا۔ کسان فلسفی کی عورت کو بھگا کر لے گیا تھا اور اب فلسفی کے منہ در منہ دعوے کرتا تھا کہ عورت میری ہے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کہ عورت نے ایسی چپ سادھی تھی کہ وہ کسی کے حق میں بھی اپنی زبان نہ ہلاتی تھی۔ اس وجہ سے فیصلہ کرنے میں اور بھی دقت پیدا ہوگئی تھی۔ قاضی نے دونوں کے بیان نہایت غور سے

نے کچھ دیر اپنے دل میں سوچا اور پھر کہا عورت کو یہاں چھوڑ جاؤ اور کل حاضر ہو۔ فلسفی اور کسان سلام کر کے رخصت ہوئے اور ایک قصائی اور ایک تیلی پیش ہوا۔ تیلی کا جسم تیل سے تر تھا۔ اور قصائی کا خون سے۔ قصائی نے کہا جناب قاضی صاحب میں نے کچھ تیل اس آدمی سے خریدا اور جیب سے بٹوا نکالا کہ اس کو قیمت دوں۔ روپیہ نے اس کا دل للچایا اور اس نے میرے سے زبردستی چھیننا چاہا۔ میں نے سمجھایا بہت لیکن اس نے مجھے نہ چھوڑا۔ میں تو مٹھی میں روپیہ دبائے ہوئے ہوں اور یہ میری کلائی تھامے ہوئے ہے۔ انصاف کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ جو کچھ میں نے کہا یہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اس کی قسم کھاتا ہوں۔

تیلی نے جواب دیا۔ قاضی صاحب! یہ آدمی میری دکان پر تیل لینے آیا۔ جب اس کی بوتل بھر گئی۔ تو اس نے ایک مہر نکالی اور مجھ سے ریز گاری مانگی میں نے اپنی جیب سے کچھ روپے نکالے اور ان کو تخت پر رکھ دیا۔ اس نے فوراً اٹھا لئے اور چاہتا تھا کہ روپے اور تیل لے کر بھاگ جائے کہ میں نے اس کی کلائی پکڑ لی اور چلّانے لگا چور ہے چور۔ میں کتنا ہی چیخا چلّایا۔ اس نے روپے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اب میں اسے آپ کے پاس پکڑ کر لایا ہوں۔ اور یہ جو کچھ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اور میں اس کی قسم کھاتا ہوں۔

قاضی نے ہر ایک کے بیان دوبارہ بھی لئے۔ لیکن انہوں نے دوبارہ بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ قاضی نے تھوڑی دیر اپنے دل میں غور کیا اور پھر کہا روپے میرے پاس چھوڑ جاؤ اور تم کل آؤ۔ قصائی نے روپے مسند کے کنارے سے پرے رکھ دیئے۔ دونوں نے سلام کیا اور رخصت ہوئے۔ اب بوعکاس اور لُولے کی باری آئی شیخ نے کہا جناب قاضی صاحب! میں ایک دور دراز ملک سے اس شہر میں کچھ سوداگری کا مال خریدنے آیا ہوں۔ شہر کے دروازے پر مجھے یہ لُولا ملا۔ اس نے پہلے تو خیرات مانگی اور پھر یہ التجا کی کہ مجھے اپنے پیچھے گھوڑے پر چڑھا لو۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے بازار میں لوگ روند ڈالیں۔ میں نے یہ بات منظور کی لیکن جب ہم بازار میں پہنچے تو اس نے گھوڑے پر سے اترنے سے انکار کیا اور کہا گھوڑا تو میرا ہے۔ یہ بھی کہا کہ قاضی صاحب میرے ہی حق میں فیصلہ کرینگے۔ لولا ہوں اور مجھی کو گھوڑے کی ضرورت زیادہ ہے۔ اب قاضی صاحب! اصل بات یہ ہے جو میں نے بیان کی اور میں آپ کے سامنے اس بات کی قسم کھاتا ہوں۔ لُولے نے کہا۔ جناب قاضی صاحب! میں بازار کو کسی کام کے لئے آ رہا تھا۔ اور اس گھوڑے پر جس کا میں مالک ہوں یہ آ پہنچا تھا۔ سڑک کے کنارے میں نے اس شخص کو تکان سے ادھ مُوا پایا۔ میں نے ترس کھا کر اس سے کہا۔ میرے پیچھے گھوڑے پر سوار ہو جا میں تجھے بازار میں اتار دونگا۔ اس نے یہ بات خوشی سے مان لی۔ تعجب کی بات ہے کہ جب ہم بازار میں پہنچے تو اس نے گھوڑے پر سے اترنے سے انکار کیا۔ اور الٹا مجھے جھٹلانے لگا۔ گھوڑا تو میرا ہے۔ میں اس کو فوراً آپ کی خدمت میں لایا۔ یہ جو کچھ میں نے آپ کے روبرو عرض کیا۔

بالکل ٹھیک ہے۔اور میں اس بات کی قسم کھاتا ہوں۔

قاضی نے ہر ایک کا بیان دوبارہ لیا۔ پھر کچھ دیر تک دل میں سوچا اور کہا گھوڑا یہاں چھوڑ جاؤ اور کل یہاں حاضر ہو۔ شیخ اور لُولا سلام کر کے رخصت ہوئے۔ دوسرے دن مقدمے والوں کے بہت سے لوگ قاضی کے فیصلے سننے کے لئے جمع ہوئے۔ پہلے فلسفی اور کسان پیش ہوئے۔ قاضی نے فلسفی سے کہا۔ یہ عورت تیری ہے۔تو اسے لے جا اور اپنے قابو میں رکھ۔ پھر ایک ملازم کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اس کسان کو پچاس درے لگاؤ۔اس کے حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔اور فلسفی اپنی عورت لے کر رخصت ہوا۔پھر تیلی اور قصائی پیش ہوئے۔ قاضی نے قصائی سے کہا۔ لے یہ اپنے روپے یہ تیرا ہی مال ہے۔ تیلی کا نہیں، پھر تیلی کی طرف اشارہ کر کے ایک ملازم کو حکم دیا کہ اس کے پچاس درے لگاؤ۔سزا فوراً دی گئی اور قصائی خوشی خوشی روپے لے کر چلتا ہوا۔

بوعکاس اور لُولا پیش ہوئے ۔قاضی نے شیخ سے کہا اگر تیرے گھوڑے کو اور گھوڑوں میں ملا دیں تو کیا پھر بھی پہچان لے گا۔؟ شیخ نے بے شک پہچان لوں گا۔پھر قاضی نے یہی سوال لُولے سے کیا۔اور لُولے نے بھی وہی جواب دیا۔قاضی نے شیخ سے کہا میرے پیچھے پیچھے آؤ۔اب یہ دونوں ایک اصطبل میں داخل ہوئے بوعکاس نے اپنے گھوڑے کو پہچان لیا۔ قاضی نے کہا۔اچھا تو عدالت میں جا اور لُولے کو یہاں بھیج دے۔ شیخ حکم بجالایا۔لُولا گھسٹتا گھسٹتا ہوا اصطبل میں پہنچا۔حافظہ بہت تیز تھا۔اس نے بلا تامل اپنا ہاتھ اسی گھوڑے پر رکھ دیا۔جس کے لئے دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔قاضی نے کہا بہت اچھا عدالت میں چل۔قاضی اصطبل سے واپس ہو کر عدالت میں آیا اپنی مسند پر بیٹھا اور بوعکاس سے کہا گھوڑا تیرا مال ہے۔اصطبل کو جا اور لے لے۔پھر اپنے ملازم کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔اس لُولے کے پچاس درے لگاؤ حکم کی فوراً تعمیل کی گئی اور شیخ اپنا گھوڑا لے کر چل دیا۔

جب قاضی اپنے گھر آیا تو اس نے دیکھا کہ بوعکاس دروازے پر کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہے۔قاضی نے پوچھا یہاں مکان پر آنے کی کیا وجہ ہے۔کیا تجھے میرا فیصلہ پسند نہیں آیا؟ شیخ نے جواب دیا فیصلہ تو بالکل ٹھیک ہے۔لیکن میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا صحیح اور درست فیصلہ آپ نے کس طرح کیا؟ کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ جس طرح میرے مقدمے کا فیصلہ ٹھیک ہوا ہے ۔اسی طرح باقی کے دو مقدموں کا بھی ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہوا ہوگا۔میرا نام بوعکاس ہے اور میں تیرا شیخ ہوں۔تیری عقل اور دانائی کی شہرت سنی تھی۔اس کے امتحان کے لئے میں خود بھیس بدل کر یہاں آیا ہوں۔شیخ نے کہا میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کن وجوہات پر تو نے یہ فیصلے کئے؟ قاضی نے کہا۔اے میرے معزز اور بزرگ شیخ!وہ وجوہات جن پر میں نے فیصلے کئے نہایت آسان ہیں۔آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ تمام جھگڑے والی چیزوں کو میں نے ایک رات اپنے پاس

رکھا۔ شیخ نے کہا مجھے یاد ہے۔ قاضی نے کہا۔ علے الصباح میں نے عورت کو بلایا اور اس سے کہا کہ دوات میں نئی سیاہی ڈال۔ میں نے یہ حکم اس کو اچانک دیا۔ لیکن اس نے فوراً اس کام کو اس خوبی سے کیا جیسے کوئی صدہا مرتبہ کر چکا ہو۔ پہلے اس نے صوف نکالا پھر دوات اور صوف کو دھویا۔ اور یہ کام ایسی صفائی اور پھرتی سے کیا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فلسفی کی عورت ہے۔ اگر کسان کی عورت ہوتی تو اس خوبی اور صفائی سے یہ کام نہ کرتی۔

بوعکاس نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا۔ قاضی نے کہا آپ کو یاد ہوگا کہ تیلی کے کپڑے اور ہاتھ تیل میں لتھڑے ہوئے تھے۔ میں نے رات کو روپے پانی میں ڈال دیئے۔ آج صبح جو میں نے دیکھا تو پانی پر تیل کا بالکل اثر نہ تھا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہ روپے تیلی کے ہوتے تو ہاتھوں کی چکناہٹ پانی کی سطح پر آجاتی مگر ایسا نہ ہوا۔ اس لئے قصائی کا دعویٰ ٹھیک تھا۔ بوعکاس نے کہا۔ آپ نے بہت صحیح نتیجہ نکالا اور ٹھیک فیصلہ کیا۔ اب میرے مقدمے کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔ قاضی نے کہا۔ یہ مقدمہ واقعی نہایت مشکل تھا۔ اور میں بہت پریشان تھا کہ اس کا فیصلہ کس طرح کروں۔ میرا خیال تھا کہ لُولا گھوڑے کو نہ پہچان سکے گا۔ مگر میری امید کے خلاف اس نے فوراً گھوڑا پہچان لیا۔ شیخ نے کہا پھر آپ نے کس طرح معلوم کیا کہ وہ گھوڑے کا مالک نہیں؟ میں نے اس طرح حل کیا کہ جب آپ اور لُولا گھوڑا پہچاننے کے لئے اصطبل میں آئے تو میں اس بات کو دیکھتا رہا کہ گھوڑا بھی آپ کو پہچانتا ہے یا نہیں۔ آپ جب گھوڑے کے پاس آئے تو گھوڑے نے آپ کی طرف رخ کیا اور بڑی خوشی سے ہنہنایا لیکن جب لُولا اس کے قریب آیا۔ تو اس نے مارنے کے لئے لات اٹھائی۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ہی اس کے مالک ہیں۔ شیخ نے تھوڑے سے سکوت کے بعد قاضی سے مخاطب ہو کر کہا۔ واقعی خدا تعالیٰ نے آپ کو بے حد عقل اور دانائی عطا فرمائی ہے۔ جو تعریف میں نے آپ کی سنی تھی اس سے بڑھ کر پایا۔ آپ اس لائق ہیں کہ میری جگہ آپ ہوتے اور میں آپ کی جگہ۔ پھر بھی مجھے اندیشہ ہے کہ آپ تو اپنے آپ کو شیخ کے عہدے کے قابل ثابت کرتے اور میں آپ کے عہدے کے لائق ہرگز ثابت نہ ہوتا۔

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۳ ذیقعد ۱۴۲۲ھ بہاول پور، پاکستان